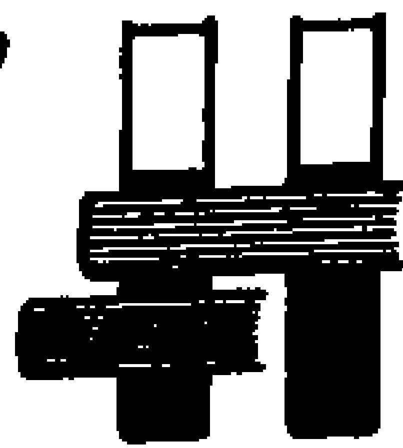
اقوالِ خلیل جبران

مرتب: حیدر جاوید سید

اقوالِ خلیل جبران

خلیل جبران

مرتب: حیدر جاوید سیّد



فکشن ہاؤس

18-مزنگ روڈ لاہور

نام کتاب : اقوالِ خلیل جبران
مصنف : خلیل جبران
مرتب : حیدر جاوید سیّد
پبلشرز : فکشن ہاؤس
18-مزنگ روڈ، لاہور
فون:7249218-7237430
اہتمام : ظہور احمد خاں
کمپوزنگ : فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور

سرورق : عباس
اشاعت : 2009ء
قیمت : -/100 روپے

ہیڈ آفس : 18-مزنگ روڈ لاہور، پاکستان

برانچ لاہور
124- ٹیمپل روڈ لاہور
فون:042-7321040

سب آفس حیدر آباد
52,53 رابعہ اسکوائر حیدر چوک گاڑی کھاتہ حیدر آباد
فون:022-2780608

انتساب!

جنم شہر ملتان کے دوستوں

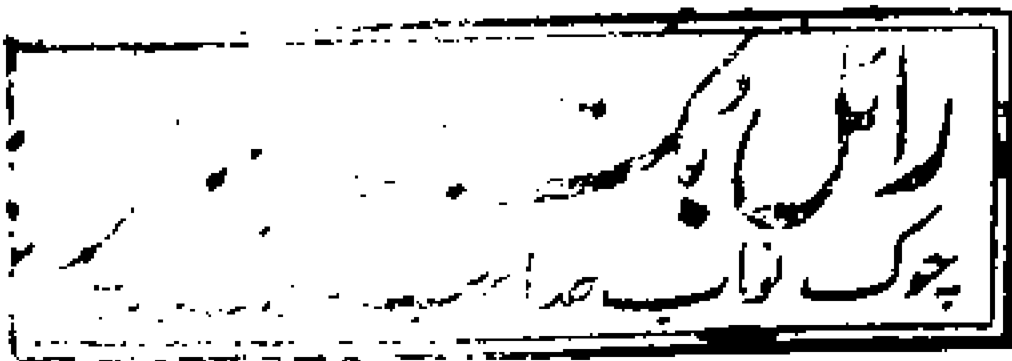
حکیم محمود خان ایڈووکیٹ۔ سید امتیاز حسین بخاری

سردار عمر علی خان بلوچ۔ ایم اے بابر سویکارنو ایڈووکیٹ

اور

جاوید اختر بھٹی

کے نام!



فہرست

پیش لفظ

خلیل جبران نے کہا تھا:

''بہت سے علمی نظریات کھڑکی کے شیشوں کی مانند ہوتے ہیں۔ہم ان کی مدد سے حقائق کا مشاہدہ ضرور کرتے ہیں۔لیکن نظریات ہمارے اور حقائق کے درمیان پردہ بن جاتے ہیں اور ہمیں ایک دوسرے سے ہم کنار نہیں ہونے دیتے۔''

جبران چند سطور یا چند الفاظوں میں جو بات کہتے ہیں ان کے بہت سے ہم عصر یہی بات چند ابواب یا دو چار سو صفحات کی کتاب میں کہہ پاتے ہیں۔زندگی کے معاملات اور اردگرد کے لوگوں کے رویوں کا قریب سے مشاہدہ اور پھر حالات واقعات کا زمینی حقائق کی روشنی میں فوری تجزیہ کرنے کی بے پناہ اہلیت نے انہیں مختصر نویسی کی راہ پر لگایا ''اقوالِ خلیل جبران'' ایک طرح سے مختصر نویسی کا شاہکار ہی ہیں۔ان کا ہر قول ایک پورے باب یا کتاب کی تصنیف کی بنیاد ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ میں خلیل جبران کے اقوال مرتب کئے ہیں۔اس مجموعہ کے آخری صفحات میں ''دیوتاؤں کا مکالمہ'' بھی شامل ہے۔''دیوتاؤں کا مکالمہ'' بھی جبران کی ایک لازوال تحریر ہے تو فنی اعتبار سے یہ بھی ایک مکمل کتاب ہے۔جبران ہمہ جہت شخصیت تھے۔نظم و نثر اور مصوری کے علاوہ دوسرے فنون میں ان کی مہارت کا ساڑھے چھ سو دہائیاں گزر جانے کے بعد بھی اعتراف کیا جاتا ہے۔یہ اعتراف درحقیقت ان کے کمالِ فن کو پیش کیا جانے والا خراجِ عقیدت ہے۔

بلاشبہ وہ اس سے زیادہ مستحق کے تھے اور ہیں۔

گو اپنی زندگی میں وہ یہ کہتے رہے کہ

''سچائی کی دریافت کے لئے دو انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک سچائی کا اعلان کرتا ہے اور دوسرا اس سچائی کا ادراک کرتا ہے۔''

لیکن اس اعتراف کے سوا یارا نہیں کہ انہوں نے سچائی کا ادراک بھی کیا اور اس کا اعلان بھی۔ اور پھر زندگی بھر وہ اس سچائی پر قائم و دائم رہے۔ زندگی کے آخری سانس تک سچائی پر قائم رہنے اور اپنے ہم وطنوں اور دوسرے محکوموں کے بنیادی حقوق کی بحالی کے لئے زندگی کے صحرا میں اعلائے کلمۃ الحق بلند کرنے والے خلیل جبران کا فن اور فکر دونوں آج بھی زندہ ہیں اور یہ کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، وہ مجبوروں اور محکوموں کے سچے بہی خواہ تھے۔

اس بہی خواہی کو پیشہ بنا کر وہ بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنے لئے مشکل راہ چنی اور پھر ثابت قدمی سے اس راہ پر چلتے اور ہم وطنوں کی راہ سے کانٹے چنتے رہے۔

ان کی دوسری تحریروں کی طرح ان کے اقوال کا بھی دنیا کی کم و بیش ہر قابلِ ذکر زبان میں ترجمہ ہوا۔ اردو میں اقوالِ خلیل جبران کا اول اول ترجمہ لگ بھگ نصف صدی قبل ہوا۔ پچھلی نصف صدی میں ان کے یہ اقوال مختلف ناموں سے مرتب کر کے شائع کئے جاتے رہے اب کی بار یہ ''اقوالِ خلیل جبران'' کے نام سے پیش خدمت ہیں۔

یہ امر دوچند ہے کہ خلیل جبران کی تحریروں کے اردو تراجم نے اردو ادب کے لکھاریوں اور پڑھنے والوں ہر دو پر گہرے اثرات مرتب کیئے۔ ان کے اس سارے کام کو نئی ترتیب سے مرتب کرنے کی سعادت ادب کے ایک طالبعلم کے طور پر باعثِ سعادت اور ایک طرح سے ان سے عقیدت کا اظہار بھی ہے۔ خلیل جبران کی تحریروں کے اردو تراجم نے اردو ادب کا دامن موتیوں سے بھر دیا ہے تو ان کی تحریروں نے ہمارے یہاں کے کچلے ہوئے طبقات کو حوصلہ بھی دیا۔ خلیل جبران کے کام اور داستانِ حیات میں یہ سبق پوشیدہ ہے کہ مشکلات، سازشوں اور فتوؤں سے گھبرا کر راست فکری سے دستبردار نہیں ہونا چاہئے۔ سچ زندہ رہنے کے لئے ہوتا ہے اور زندہ رہتا ہے موت کی تیز تلوار سچ کو نہیں کاٹ سکتی۔

P-52 مرغزار آفیسرز کالونی
(پیکو ٹاؤن) ملتان روڈ لاہور

حیدر جاوید سیّد

اقوالِ خلیل جبران

ہر وہ فکر، جسے میں نے کلام کے ذریعے ظاہر ہونے سے روکا ہے۔ضروری ہے کہ میں اسے اپنے عمل سے ظاہر کروں

☆☆☆☆☆☆

شاید تم نے مقدس پہاڑ کا ذکر سنا ہو۔
کیونکہ وہ اس دنیا کا سب سے بلند پہاڑ ہے۔
اگر تم اس کی چوٹی پر پہنچو گے،تو صرف ایک ہی خواہش اپنے دل میں پاؤ گے۔
اور وہ یہ کہ تم نیچے اترو اور درماندوں کے ساتھ وادی کی گہرائیوں میں رہو۔
اور اسی لئے اسے مقدس پہاڑ کہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

اے سولی پر چڑھائے جانے والے!
تجھے میرے دل پر سولی دی گئی ہے۔
اور وہ میخیں جو تیری ہاتھوں میں ٹھونکی گئی ہیں، وہ میرے دل کی دیواروں میں شگاف ڈال رہی ہیں۔
چنانچہ کل جب کوئی راہ گیر جلجلہ کے قریب سے گزرے گا۔تو وہ دو شخصوں کا خون بہتے دیکھے گا۔نہیں دو شخصوں کا نہیں بلکہ ایک شخص کا۔

☆☆☆☆☆☆

ہمارے بھائی مسیح کی تین عجیب باتیں اب تک کتابوں میں نہیں لکھی گئیں۔

1۔ یہ کہ وہ میرے اور تمہارے جیسا ہی ایک انسان تھا۔

2- یہ کہ وہ بہت ذہین، سمجھدار اور خوش مزاج تھا۔

3- وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ فاتح ہے اور صرف وقتی طور پر مفتوح ہو گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جتنی محبت مریم کو اپنے بیٹے مسیحؑ سے تھی۔
کیا ام یہود کو اپنے بیٹے سے، اس سے کچھ کم نہ تھی۔

☆☆☆☆☆☆

اگر مسیح کا دادا، اس چیز کو جانتا جو اس میں مضمر تھی۔
تو کیا وہ خود اپنے نفس کے سامنے خوف و خشیت اور خضوع و خشوع کے مقام میں نہ کھڑا ہوتا۔

☆☆☆☆☆☆

ہر انسان، ہر اس بادشاہ اور ہر اس غلام کا فرزند ہے جو اس سے پہلے اس دنیا میں زندگی بسر کرتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

ہمارے مقدس ترین آنسو وہ ہیں، جو ہمارے گوشہ ہائے چشم کی راہ جانتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

بے شک وہ ہاتھ جو کانٹوں کے تاج بناتے ہیں۔ان ہاتھوں سے بہتر ہیں جو کچھ نہیں کرتے۔

☆☆☆☆☆☆

کہر کو مجسم کر دینے کا نام فنکاری ہے۔

☆☆☆☆☆☆

آرٹ (فن) ایک قدم ہے جو ابدیت کی طرف بڑھاتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مجھے عالم ابدی میں جانے کا بے حد شوق ہے۔
اس لئے کہ وہاں میں اپنے غیر منظوم قصیدوں کو جمع اور غیر موسوم تصویروں کو مکمل کر لوں گا۔

☆☆☆☆☆☆

بدبختی یہ ہے کہ میں اپنا خالی ہاتھ لوگوں کی طرف بڑھاؤں اور کوئی اس میں کچھ نہ رکھے۔
اور مایوسی یہ ہے کہ میں اپنا بھرا ہوا ہاتھ لوگوں کی جانب بڑھاؤں اور کوئی اس میں سے کچھ نہ لے۔

☆☆☆☆☆☆

موسم خریف میں، میں نے اپنے تمام غموں کو جمع کر کے اپنے باغ میں دفن کر دیا ہے۔
جب موسم بہار آیا اور گرمی زمین سے عقد ازدواج کے لئے آئی تو میرے باغ میں جو پھول اُگے وہ بے انتہا خوبصورت رنگین اور تمام دوسرے پھولوں سے مختلف تھے۔
میرے پڑوسی میرے پھولوں کو دیکھنے آئے اور سب نے مجھ سے کہا۔
''اب کی مرتبہ جو موسم خریف اور بیج ڈالنے کا وقت آئے تو تم ان پھولوں کے تھوڑے سے بیج ہمیں بھی دینا۔ ہم بھی ان کو اپنے باغ میں بوئیں گے۔

☆☆☆☆☆☆

سات صدیاں ہوئیں:

ایک گہری وادی میں سے سات کبوتر اڑے اور فضا میں حلقہ بنا کر ایک سر بفلک کشیدہ، برف پوش پہاڑ کی چوٹی کا رخ کیا۔

تو ان سات آدمیوں میں سے، جو ان کی اڑان دیکھ رہے تھے ایک آدمی نے کہا تھا:

''مجھے تو ساتویں کبوتر کے بازو پر ایک سیاہ نقطہ نظر آتا ہے۔''

آج اسی وادی میں لوگ بیان کرتے ہیں کہ

سات سیاہ کبوتر قدیم زمانہ میں پہاڑ کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹی کی جانب اڑ کر گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

اگر بادل میں بیٹھ جاؤ، تو تمہیں دو ملکوں کے درمیان حد فاصل اور دو کھیتوں کے درمیان سنگ فاصل بالکل نظر نہ آئے۔

لیکن افسوس تو اسی کا ہے کہ تم بادل پر بیٹھ نہیں سکتے۔

☆☆☆☆☆☆

جس چیز کا ہمیں اشتیاق ہو اور وہ ہمیں حاصل نہ ہو۔

وہ ہمارے دل کو اس چیز سے زیادہ محبوب ہوتی ہے، جو ہمیں حاصل ہو۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم اپنی جگہ قائم رہو، تو طوفان کے وقت سمندر پر ملامت و سرزنش کی بوچھاڑ نہ کرو۔

جہاز بہت عمدہ ہے اور جہاز ران بھی ماہر ہے۔

لیکن اندیشہ و تردد تیرے ہی پیٹ میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم اپنی قوم، اپنے ملک یا اپنی ذات کے تعصب سے ذرا بلند ہو جاؤ۔

تو اپنے رب کے مثیل بن جاؤ۔

☆☆☆☆☆☆

تم اپنی دیو پیکر ذات کا ایک ذرہ ہو اور بس!
غار کی طرح کھلا ہوا منہ، روٹی مانگ رہا ہے۔
اور اندھے ہاتھ پیاسے ہونٹوں سے لگانے کو ایک پیالہ لئے ہوئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

اس میں شک نہیں کہ نمک میں ایک عجیب مقدس قوت ہے۔ اسی لئے وہ ہمارے آنسوؤں میں بھی ہے اور سمندر میں بھی۔
اگر ہم اس کی مقدس پیاس میں سرگرداں ہوں گے تو وہ ہم کو ضرور سیراب کرے گا۔
شبنم کا قطرہ بھی اور آنسوؤں کا قطرہ بھی۔

☆☆☆☆☆☆

جس کے ساتھ تم ہنسے ہو، اسے بھول سکتے ہو۔
لیکن جس کے ساتھ روئے ہو اسے نہیں بھول سکتے۔

☆☆☆☆☆☆

تمہیں کیا اندیشہ ہے جبکہ فکر تمہارے گھر کی مشرقی دیوار کا ایک نیا روشن دان ہے۔

☆☆☆☆☆☆

انتظار زمانہ کا سم ہے۔

☆☆☆☆☆☆

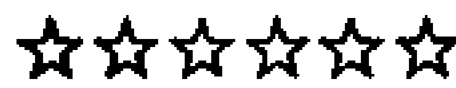
ہر بند دروازہ کے پیچھے ایک سربند راز ہے جس پر سات سات مہریں لگی ہوئی ہیں۔



جب کوئی انسان ایسا جھوٹ بولتا ہے، جو نہ تمہارے لئے باعث اذیت ہوتا ہے، نہ تمہارے علاوہ کسی اور کے لئے۔

تو تم اپنے دل میں یہ کیوں نہیں کہتے:

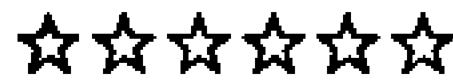
"اس کی حقیقتوں کے خانہ میں اس کے خیال کی گنجائش نہیں۔ اس لئے وہ اپنے خیال کو اس سے زیادہ وسیع فضا میں چھوڑ دینا چاہتا ہے۔



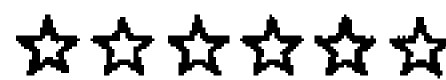
ہر بڑے آدمی کے دو دل ہوتے ہیں۔

اندوہ والم محسوس کرنے والا دل

اور غور و فکر کرنے والا دل



خداوند ابدبضمی کے مریضوں کو سیر کردے!!



ہر سو سال میں ایک مرتبہ لبنان کے پہاڑوں کے درمیان ایک باغ میں مسیح ناصری کی ملاقات عیسائیوں کے مسیح سے ہوتی ہے۔ وہ دونوں دیر تک باتیں کرتے رہتے ہیں اور ہر مرتبہ مسیح ناصری، عیسائیوں کے مسیح سے کہتے ہیں:

"میرے دوست! مجھے اندیشہ ہے کہ ہم دونوں ابدالاباد تک ایک دوسرے سے متفق نہ ہو سکیں گے!"



تم بیک وقت شباب اور معرفت شباب کے مالک نہیں بن سکتے۔ اس لئے کہ خوش عیشی شباب کو معرفت وآ گاہی سے بے بہرہ کر دیتی ہے۔

اور معرفت کو مقسوم خود معرفت اور خوش عیشی سے غافل کر دیتا ہے۔

جب کبھی تم اپنے گھر کے دریچہ سے جھانکتے ہو، تو تمہیں رستہ چلنے والوں میں اپنی داہنی جانب ایک راہبہ نظر آتی ہے اور بائیں جانب ایک طوائف۔

اور تم اپنے بھولے پن اور دل کی پاکیزگی کی بناپر اپنے دل میں کہتے ہو:

''یہ عورت کتنی شریف اور وہ عورت کتنی بری ہے!''

لیکن اگر تم آنکھیں بند کرلو اور ذرا دیر کان لگا کر سنو تو تمہیں خود اپنی زبان سے ایک آواز فضا میں گونجتی سنائی دے گی:

''بے شک ایک مجھے نماز کی جانب بلاتی ہے اور دوسری رنج والم کی جانب اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی روح میں میرے لئے سائبان موجود ہے۔''

☆☆☆☆☆☆

جو محبت روزانہ نہیں امنڈتی۔

وہ روزانہ مرتی رہتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جب تمہیں اپنے قریب کی محبت میں لذت محسوس ہونے لگی۔ تو تمہاری محبت کی فضیلت زائل ہوگئی۔

☆☆☆☆☆☆

جب میں ایک شفاف آئینہ بن کر تمہارے سامنے کھڑا ہوا تو تم مجھے دیر تک غور سے دیکھتے رہے اور تمہیں مجھ میں اپنی صورت نظر آئی۔

پھر تم نے مجھ سے کہا:

''میں تم سے محبت کرتا ہوں!''
لیکن درحقیقت تم نے مجھ میں اپنی ذات سے محبت کی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

لو! میں تمہیں ایک پہیلی سناتا ہوں:
گہرا اور بلند ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں، بہ نسبت اس چیز کے جو ان دونوں کے درمیان ہے۔

☆☆☆☆☆☆

بادلوں سے ڈھکا ہوا پہاڑ بھیڑ نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جب رات آئے اور تم رات کی مانند تاریک ہو تو بستر میں جا لیٹو اور اپنے اختیار سے تاریک بن جاؤ۔
اور جب صبح ہو اور تم اسی طرح تاریک ہو، تو اٹھو اور پوری قوت کے ساتھ دن سے کہو:
''میں اب تک تاریک ہوں!''
کیونکہ یہ بڑی بے وقوفی ہے کہ تم رات اور دن دونوں کے سامنے چپ کھڑے رہو۔
اگر تم نے ایسا کیا تو وہ تم پر ہنسیں گے۔

☆☆☆☆☆☆

ہمارے بعض بچے اعذار کی مثال ہیں۔
اور بعض گناہوں کی مثال

☆☆☆☆☆☆

میری ماں اور باپ کو ایک بچے کا شوق ہوا اور انہوں نے مجھے پیدا کر دیا۔
اور مجھے اپنے لئے ماں اور باپ کا شوق ہوا تو میں نے سمندر اور رات کو پیدا کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

جنس کا خمیر تمہاری والدہ کے شوق میں مضمر ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جب شعبدہ باز، جادو کی گیند پر قابو پانے میں ناکام ہوتا ہے، تو رحم کا طالب اور فریادی بن کر میرے پاس آتا ہے۔
حاسد میری تعریف کرتے ہیں اور نہیں جانتے۔
تم ایک زمانہ تک ماں کی گہری نیند کا ایک خواب رہے۔
جب اس کی آنکھ کھلی، تو تمہاری ولادت ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆

بہت بہت شکر ادا کرو کہ تم اپنے باپ کی شہرت یا اپنے چچا کے مال سے زندگی بسر کرنے پر مجبور نہیں ہو۔
اور اس سے بھی زیادہ شکر ادا کرو، جب کوئی تمہاری شہرت یا دولت پر زندگی بسر کرنے والا نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆

جو آدمی جتنا زیادہ بولتا ہے، اتنا ہی کم سمجھ ہوتا ہے۔
اور ایک خطیب اور دلال کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔

☆☆☆☆☆☆

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جس مخلوق کی کمر میں مہرے نہیں ہیں وہ سیپیوں کے اندر مہرہ دار

مخلوق سے زیادہ امن میں زندگی بسر کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

کچھوے راستوں کو خرگوش سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

ربیع کے پھول جاڑے کے حسین خوابوں کی تعبیر ہیں، جو صبح کے وقت ملکوتی دستر خوان پر پیش کئے جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

جب تم نے ہوا پر اپنا راز ظاہر کر دیا ہے، تو اب اگر ہوا اسے درختوں پر ظاہر کر دے تو تم ہوا کو برا مت کہو۔

☆☆☆☆☆☆☆

کمال رفعت پر پہنچ جانے کے بعد تم اسی چیز کی رغبت کرو گے۔ جو رغبت کے قابل ہو گی۔
اسی چیز کے بھوکے ہو گے، جس کی بھوک ہونی چاہئے۔
اور اسی چیز کے پیاسے ہو گے، جس کی پیاس ہونی چاہئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

ایمان دل کے صحرا میں ایک سرسبز و شاداب قطعہ زمین ہے۔ جہاں فکر کے قافلے نہیں پہنچ سکتے۔

☆☆☆☆☆☆☆

لوگ مجھ سے کہتے ہیں:

''یا اس عالم کی لذتوں کو پسند کرلو، یا دوسرے عالم کی سلامتی کو' اور میں لوگوں سے کہتا ہوں:
''میں نے عالم کی لذتوں کو بھی پسند کیا ہے اور اس عالم کی سلامتی کو بھی۔
اس لئے کہ میں اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں کہ سب سے بڑا شاعر صرف ایک ہی قصیدہ لکھتا ہے جس کا وزن بھی کامل ہوتا ہے اور قافیئے بھی سالم۔

☆☆☆☆☆☆

آج کا سب سے زیادہ تلخ غم دیروز کی خوشیوں کی یاد ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جب تمہارا غم یا خوشی حد سے بڑھ جائے۔
تو دنیا تمہاری نظروں میں حقیر ہو جائے گی۔

☆☆☆☆☆☆

غم دو باغوں کے درمیان ایک دیوار ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ہم اپنے لئے خوشیاں اور غم انتخاب کر لیتے ہیں۔
اس سے پہلے کہ انہیں ایک طویل زمانہ تک آزمائیں۔

☆☆☆☆☆☆

ہاں! ''نزوان موجود ہے، وہی تو ہے، جو تمہاری بھیڑوں کے بچوں کو سرسبز وشاداب چراگاہ میں لے جاتا ہے۔ تمہارے بچہ کو گہوارہ میں سلانے کے لئے لٹاتا ہے اور تمہارے قصیدہ کی آخری سطر تم سے لکھواتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جو شخص تمہاری خوشیوں میں شریک ہوتا ہے لیکن تکالیف میں ساتھ نہیں دیتا۔ وہ جنت کی سات دربانیوں میں سے ایک کی کنجی کھو بیٹھتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ہمارے دلوں کے راز صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے اپنے دل رازوں سے لبریز ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

ایک سمجھدار آدمی مجھے فہم وفراست کا مالک سمجھتا ہے۔
اور ایک بے وقوف مجھ کو بیوقوف قرار دیتا ہے۔
لیکن مجھے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

ذہانت اکثر و بیشتر ایک حجاب ہے۔
اگر تم اس کے چاک کرنے پر قادر ہو جاؤ تو وہ تمہیں ایک ہیجان آفرین عبقریت نظر آئے گی۔ یا ایک فریب مہارت۔

☆☆☆☆☆☆

فرشتے جانتے ہیں کہ بیشتر عملی لوگ حسین خوابوں کی دنیا میں کھوئے ہوئے خیالی لوگوں کی گاڑھی کمائی سے روٹی کھاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

عہد ماضی میں غلام بادشاہوں کی خدمت پر فخر کیا کرتا تھا۔
لیکن آج وہ مسکینوں کی خدمت کا دعویٰ کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مجھے اس شخص پر مسرت آمیز تعجب ہوتا ہے جس کی فکر مجھ پر عیاں ہو جائے۔ اور میں اس شخص کی تعظیم کرتا ہوں جو اپنی تمناؤں کے خواب میرے سامنے بے نقاب کر دے۔

لیکن یہ کیا بات ہے کہ میں اس شخص کے سامنے بے انتہا نادم اور شرمندہ ہوتا ہوں۔ جو میری خدمت کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جور جمال مشتاق دلوں میں زیادہ درخشاں ہے، بہ نسبت مشاہدہ کرنے والی آنکھوں کے۔

☆☆☆☆☆☆

جمال عظیم مجھے اسیر بناتا ہے۔
لیکن جمال اعظم مجھے خود اپنی قید سے آزاد کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

عالم ہستی میں صرف دو عنصر ہیں۔
ایک جمال، دوسرا حق۔
جمال محبت کرنے والوں کے دلوں میں ہے اور حق کسان کے بازوؤں میں

☆☆☆☆☆☆

لوگ مجھ سے کہتے ہیں:
''ہاتھ میں ہو تو ایک بھی چڑیا ہے، اور درخت پر ہوں، تو دس بھی کچھ نہیں۔''
اور میں لوگوں سے کہتا ہوں:
''درخت پر ہو تو ایک بھی چڑیا اچھی ہے اور ہاتھ میں ہوں تو دس بھی ہیچ ہیں۔''

☆☆☆☆☆☆

زیادہ امیدوں والا درازِ زندگی کا مالک ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

وہ تمام لوگ جو عہد ماضی میں زندگی بسر کر چکے، آج بھی ہمارے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔
تو کیا ہم میں کوئی ایسا ہے جو بہت بڑا مہمان نواز، میزبان بنے۔

☆☆☆☆☆☆

حقیقت کی نگاہ میں تم کسی انسان کے کسی ایک چیز میں دین دار نہیں ہو۔ بلکہ ہر شخص کے ہر چیز میں میں مقروض ہو۔

☆☆☆☆☆☆

سخاوت یہ ہے کہ اپنی استطاعت سے زیادہ دو۔
اور استغنا یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے کم لو۔

☆☆☆☆☆☆

امیروں کا امیر وہ ہے جو اپنا تخت درویشوں کے دلوں میں پاتا ہے

☆☆☆☆☆☆

ضروری اور غیر ضروری حاجتوں میں فرق کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، اس لئے کہ یہ امتیاز ملکوتی امتیازات میں سے ہے اور فرشتے ذہین و تیز فہم فلاسفہ ہیں۔
اور کون جانتا ہے کہ اس فضا میں ہمارے اعلیٰ افکار فرشتے نہیں ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حق کا سننے والا، حق کے اظہار کرنے والے سے کچھ کم نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ایک فلسفی نے سڑک کے خاکروب سے کہا:
''مجھے تجھ پر بڑا ترس آتا ہے، اس لئے کہ تیرا ذریعہ معاش بہت تنگ اور گندہ ہے۔
خاکروب نے جواب دیا:
''جناب کا بہت بہت شکریہ! لیکن ذرا یہ فرمایئے کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟''
فلسفی نے بڑے فخر کے ساتھ کہا:
''میں لوگوں کو انسانی اخلاق و فطرت کا درس دیتا ہوں اور ان کے افعال و اعمال رجحانات و میلانات پر اعتقادی نظر ڈالتا ہوں۔''
خاکروب ہنس پڑا، اور جھاڑو سنبھالتے ہوئے بولا:
''تو! غریب فلسفی!! آہ! بیچارہ فلسفی!!

☆☆☆☆☆☆

کل شام میں نے فلسفیوں کا ایک گروہ دیکھا، جو ٹوکریوں میں اپنے سر رکھے، شہر کے بازاروں میں آواز لگاتے پھر رہے تھے:
''فلسفہ لو! فلسفہ!!''
آہ! یہ بھوکے فلسفی پیٹ پالنے کے لئے اپنے سروں کی تجارت کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

پرستارِ حق وہ ہے جو عالم ذرات کو نظر انداز کر کے ناقابل تجزیہ جہان کلیات سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تم ایک نہیں دو ہو۔
ایک تاریکی میں بیدار اور دوسرا روشنی میں غافل۔

☆☆☆☆☆☆

لوگ مجھ سے کہتے ہیں:
''اگر تو خود کو پہچان لے تو تمام آدمیوں کو پہچان لے گا۔''
اور میں ان سے کہتا ہوں
''جب تک میں تمام لوگوں کو نہ پہچان لوں، خود کو نہیں پہچان سکتا۔''

☆☆☆☆☆☆

میرے دوست! ہم دونوں عنقریب زندگی سے دور ہو جائیں گے۔
ایک دوسرے سے دور ہو جائیں گے اور اپنے نفس سے بھی دور ہو جائیں گے۔
مگر صرف اسی دن تک کے لئے، جب میں تیری آواز کو اپنی آواز سمجھ کر سنوں گا، اور تیرے سامنے کھڑا ہوں گا۔ تو یہ معلوم ہوگا کہ گویا آئینہ کے سامنے کھڑا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

پیدائش اور موت بہادری کے دو شریف ترین مظہر ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

جب تم زندگی کے تمام اسرار حل کر چکو گے، تو موت کا شوق پیدا ہوگا۔
کیونکہ موت بھی زندگی کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔

☆☆☆☆☆☆

میں نے ایک مرتبہ زندگی سے کہا
''میں چاہتا ہوں، موت کو بولتے سنوں۔
زندگی نے اپنی آواز قدرے بلند کی اور کہا:
''تم اس وقت موت کی آواز سن رہے ہو۔''

☆☆☆☆☆☆

ایک عورت نے کہا
''جنگ کیسے مقدس نہیں ہے، میرا تو بیٹا اس میں مرا ہے۔''

☆☆☆☆☆☆

میں بیک وقت سیاح بھی ہوں اور ملاح بھی۔
اور ہر صبح اپنے نفس کے اندر ایک نئے براعظم کا انکشاف کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

انسان کے بنائے ہوئے قانون کے سامنے انسان کا دماغ جھک سکتا ہے، اس کی روح نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

ایک لومڑی نے جس کے تعاقب میں بیس شکاری بڑے بڑے گھوڑوں پر سوار رہے تھے کہا:
''بلاشبہ یہ تھوڑی دیر میں مجھے ہلاک کر دیں گے۔
لیکن یہ لوگ بھی کس قدر احمق اور کس درجہ بے وقوف ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ بیس لومڑیاں بھی اس درجہ احمق ہو جائیں کہ بیس گدھوں پر سوار ہوں اور ایک آدمی کو شکار کرنے کے لئے بیس بھیڑیئے اپنے ساتھ رکھیں۔

☆☆☆☆☆☆

تم جہاں سے چاہو زمین کھودلو، خزانہ تمہیں ضرور مل جائے گا۔
مگر شرط یہ ہے کہ زمین کامیابی کے یقین کے ساتھ کھودو۔

☆☆☆☆☆☆

شرم وحیا کے ساتھ پسپائی سے، بے شرمی کے ساتھ کامیابی بدرجہا بہتر ہے۔

☆☆☆☆☆☆

میرے دل سے سب سے زیادہ قریب وہ بادشاہ ہے جس کے پاس حکومت نہ ہو، اور محتاج ہے، جو نہ جانتا ہو کہ سوال کیسے کرے۔

☆☆☆☆☆☆

ایک ہی وقت میں تم سنگدل بھی ہو اور متبسم بھی یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

☆☆☆☆☆☆

حقیقت کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم وہی دیکھتے ہو، جسے روشنی ظاہر کرتی ہے۔
اور وہی سنتے ہو جس کا اعلان آواز کرتی ہے
تو درحقیقت نہ تم دیکھتے ہو، نہ سنتے ہو!!

☆☆☆☆☆☆

مبالغہ ایک حقیقت ہے، جس کی فطرت قابو سے باہر ہو جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

دین میں تعصب سے کام لینے والا ،ایک مقرر ہے۔ بے انتہا بہرا مقرر!

☆☆☆☆☆☆

میں نے بکواسیوں سے خاموشی ،تشدد پسندوں سے سہولت پسندی اور درشت مزاجوں سے نرمی سیکھی۔
لیکن لطف کا مقام ہے کہ میں ان معلموں میں سے کسی کا احسان ماننے کے لئے تیار نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

اگر میں صرف انہی چیزوں پر اکتفا کروں جنہیں تم جانتے ہو۔
تو ان چیزوں کو کہاں لے جاؤں جنہیں تم نہیں جانتے۔

☆☆☆☆☆☆

ہم سب مقدس پہاڑ کی چوٹی کی طرف دوڑ رہے ہیں۔
تو اگر ہم ماضی کو اپنا رہنما بنانے کی بجائے نقشہ بنائیں تو کیا ہمارا راستہ مختصر نہ ہو جائے گا۔
حکمت جب گریہ وزاری سے ابا۔ ہنسنے سے نفرت اور اپنے نفس میں مشغول ہو کر دوسرے نفوس کی خبر گیری سے بے پروائی کرے،تو وہ حکمت نہیں ہو سکتی۔

☆☆☆☆☆☆

میں ہی آگ کا شعلہ ہوں اور میں ہی خشک گھاس پھونس اور اس طرح میں خود اپنے آپ کو کھائے جا رہا ہوں۔
پھر تم کیوں اس خوف سے اپنا منہ پھیرتے ہو کہ میرا دھواں تم کو اندھا کر دے گا۔

☆☆☆☆☆☆

اکثر دو خیالوں کے درمیان کم سے کم فاصلہ عدم اتفاق میں ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مقال پسند انسان دراصل ادعائے مرض کی بیماری میں مبتلا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

انسان نے ہمیشہ سے مشہور مقولہ ''خیرالاموراوسطھا'' (بہترین چیز درمیانی چیز ہے) پر عمل کیا ہے اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ وہ مجرموں کو بھی قتل کرتا ہے، اور پیغمبروں کو بھی۔

☆☆☆☆☆☆

میں کسی ایسے عظیم المرتبت انسان سے واقف نہیں، جس کے قصر عظمت و جلال کی بنیاد میں کچھ معمولی چیزیں شامل نہ ہوں۔

اور یہی چھوٹی چھوٹی چیزیں ان تمام عظماء رال اور ان کی گمنامی، جنون اور خودکشی کے درمیان حائل ہوتی ہیں۔

حقیقی معنی میں بڑا آدمی وہ ہے جو نہ خود سردار بنے اور نہ اسے سردار بنایا جائے۔

☆☆☆☆☆☆

حسن کے بغیر نہ علم کوئی چیز ہے نہ دین۔

☆☆☆☆☆☆

حقیقت ایک پھول ہے جس کے سامنے شہرت ہیچ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

شہرت فضا کی ایک شکل ہے، جو نور میں قائم ہو۔

☆☆☆☆☆☆

موتی سیپی میں سمندر کا ایک نظارہ ہے۔
ہیرا کوئلے میں امتداد زمانہ کا ایک ظہور ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جب تک میں طبیبوں میں طبیب نہ ہوں، وہ میرے نجومی ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتے۔

☆☆☆☆☆☆

اگر کہکشاں میری گہرائیوں میں نہ ہوتی تو میں اس کو کس طرح دیکھ یا پہچان سکتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

واضح وہی چیز ہے، جس کو کوئی نہیں دیکھتا تاوقتیکہ پوری تفصیل سے اس کو تعبیر کیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆

ہم صرف اس لئے بولتے ہیں کہ اپنی ذات سے خطاب کریں۔
لیکن اکثر اوقات ہم اپنی آواز ضرورت سے زیادہ بلند کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے ہماری آواز سن لیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

یہ ہو سکتا ہے کہ ایک فراموش شدہ حقیقت مر جائے اور ستر ہزار حقیقتیں اپنی وصیت میں چھوڑ جائے جو اس کے جنازے اور تعمیر مزار میں خرچ کی جائیں۔

☆☆☆☆☆☆

کون جانتا ہے اس وقت کو جب لوگوں کے درمیان جنازہ ہو۔ اور فرشتوں کے درمیان شادی ہو۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم ہمارے مخلص بننا چاہتے ہو تو حسن و جمال کے ذریعہ مخلص بنو! ورنہ خاموش رہو، اس لئے کہ ہمارے پاس ایک قریب المرگ آدمی موجود ہے۔

☆☆☆☆☆☆

موت ایک شیر خوار بچہ کی بہ نسبت بوڑھے آدمی سے کچھ زیادہ قریب نہیں اور یہی حال زندگی کا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم بھوکے کے سامنے گاؤ گے تو وہ اپنے پیٹ سے تمہارا گانا سنے گا۔

☆☆☆☆☆☆

فکر و خیال سے محروم عالم ایک قصائی ہے، جس کی ترازو اور چھریاں بے کار ہو گئی ہیں۔
لیکن کریں کیا؟ ہم سب کے سب نباتاتی بھی تو نہیں بن سکتے!

☆☆☆☆☆☆

اگر ہمارے محدود پیمانے اور مقررہ وزن نہ ہوتے تو ہم جگنوں کے سامنے بھی ایسے ہی مرعوب ہوتے جیسے آفتاب کے سامنے مرعوب ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

لیکن درمیانی منزلوں میں...... گردوپیش کے دائروں میں......تو صرف کشادہ دل اور فراخ حوصلہ لوگ ہی حرکت کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

گہرا آدمی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے اور بلند خیال آدمی بلندیوں پر چڑھتا چلا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اس عالم کی بلند ترین فضیلت بسا اوقات دوسرے عالم کی کمترین فضیلت ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

میں نے ایک تالاب سے دریا کا حال بیان کیا، تو اس نے مجھے ایک تخیل پرست داستان گو سمجھا، جو مبالغہ سے کام لے رہا ہے۔
اور جب میں نے دریا کو تالاب کا حال سنایا تو اس نے مجھے ایک افترا پرداز انسان سمجھا جو کسی کی ہجو کر رہا ہے۔
کس قدر تنگ ہے اس شخص کی زندگی، جو چیونٹیوں کی جد و جہد کو جھینگروں کی موسیقی پر ترجیح دے۔

☆☆☆☆☆☆

تنہائی ایک شدید آندھی ہے، جو ہمارے شجر حیات کی تمام سوکھی ہوئی ٹہنیوں کو توڑ ڈالتی ہے۔
مگر ہماری زندہ جڑوں کو زندہ دل کی زندہ سرزمین میں اور مضبوط کر دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

نظام زندگی کو بدنظمی کے حوالے کر دینے کے شوق کا نام ہی اس مادی دنیا میں جہاد ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حقیقی آزادی وہ ہے، جو ایک مقید غلام کا بار صبر و شکر کے ساتھ خود اٹھالے

ایک ہزار سال ہوتے ہیں، مجھ سے میرے ایک ہمسائے نے کہا تھا:
"مجھے زندگی سے نفرت ہے، کیونکہ اس میں دردوغم کے سوا کچھ نہیں رکھا!"
کل میں قبرستان سے گزرا تو زندگی کو اس ہمسائے کی قبر پر رقص کرتے دیکھا۔

☆☆☆☆☆☆

میں اس فتح مند کی بات سننے کے لئے تیار نہیں، جو مفتوح قوموں کو ان کا ملک فتح کر لینے کے بعد پندونصیحت کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تم کسی شخص کے متعلق اپنی واقفیت سے بڑھ کر تو رائے قائم نہیں کر سکتے اور تمہاری واقفیت کی بساط ہی کیا ہے؟

☆☆☆☆☆☆

ہم سب بلندیوں کی طرف چڑھ رہے ہیں تاکہ اپنی دلی تمناؤں کی چوٹیوں پر پہنچ جائیں۔
اگر تمہارے ساتھ ساتھ چڑھنے والا تمہارا توشہ دان اور سوٹ کیس چرا لے اور ناشتہ کھا کر موٹا تازہ ہو جائے۔ سوٹ کیس سے دب جائے تو تمہیں اس کے ساتھ بردباری سے پیش آنا چاہئے۔ اس پر ترس کھانا چاہئے کہ یہ فربی اس کے لئے چڑھنا مشکل کر دے گی اور یہ بار گراں جس کا اس نے اضافہ کر لیا ہے اس کی راہ کو دراز تر بنا دے گا۔
اس طرح جب تم خود کو دبلا پتلا، ہلکا پھلکا دیکھو اور اپنے ہمراہ چڑھنے والے کو گراں بار اور سست رو، تو اس کی مدد کرنے میں تامل نہ کرو کہ اس سے تمہاری تیز روی میں اضافہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆

سب سے زیادہ رحم وشفقت کا مستحق وہ شخص ہے، جو سیم وزر کو اپنے فکروخیال کا مرکز بناتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

میں ان لوگوں میں چھوٹا بن کر رہنا چاہتا ہوں، جو تصورات اور تصورات کی تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔
اس لئے کہ میں اپنی زندگی ان کے درہم و دینار کے بدلے نہیں بیچتا۔
اور میں لوگوں کو پاگل سمجھتا ہوں۔
اس لئے کہ وہ میری زندگی کو درہم و دینار کے بدلے بک جانے والی چیز سمجھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

انسانیت کی معراج، بکواس عقل نہیں، خاموشی دل ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مقتول کے لئے یہی فخر بہت ہے کہ وہ قاتل نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

بغض ایک بے جان لاش ہے! پھر تم میں کون ہے، جو اس کی قبر بننا پسند کرے؟

☆☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ ایک شخص میرے دسترخوان پر آ بیٹھا اور میری روٹی کھا کر، شراب پی کر مجھ پر ہنستا ہوا چلا گیا۔
اس کے بعد وہ پھر میرے دسترخوان پر آیا اور پھر روٹی اور شراب طلب کی

اب کی مرتبہ میں نے اسے محروم ونا کام چلتا کیا تو فرشتوں نے مجھ پر قہقہہ لگایا۔

☆☆☆☆☆☆

تم بھی کس قدر احمق ہو:
لوگوں سے مطالبہ کرتے ہو کہ وہ تمہارے بازوؤں سے پرواز نہ کریں۔
درآنحالیکہ تم ان کو اپنا ایک پر بھی نہیں دے سکتے۔

☆☆☆☆☆☆

جب کوئی تم پر ہنستا ہے تو تم اس کو معاف کر سکتے ہو۔
لیکن جب تم اس پر ہنسو، تو بسا اوقات تم خود کو اس حماقت پر معاف نہیں کر سکتے۔
اور جب کوئی تمہارے ساتھ برائی کرے تم اس کی برائی کو فراموش کر سکتے ہو۔
لیکن جب تم خود کسی کے ساتھ برائی کرتے ہو تو اپنی برائی کو ہمیشہ یاد رکھتے ہو۔
تو اب تمہیں یقین کر لینا چاہئے کہ وہ دوسرا شخص دراصل تمہاری ہی ذات ہے، جس کا شعور بہت بڑھا ہوا ہے، لیکن ہے وہ ایک دوسرے جسم میں۔

☆☆☆☆☆☆

جرم، حاجت کا دوسرا نام ہے، یا مرض کی کوئی ایک صورت۔
تو کیا پھر اس سے بڑھ کر کوئی جرم ہو سکتا ہے کہ ہم دوسروں کی خطاؤں اور جرموں کو محسوس کریں۔

☆☆☆☆☆☆

حکومت میرے اور تیرے درمیان ایک اتفاق ہے۔
اور گمان غالب یہ ہے کہ میں اور تو دونوں گمراہ ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

اجتماعی زندگی میں ہر فرد سماجی قوانین سے بالاتر ہوتا ہے جب تک کہ وہ اجتماعی زندگی کے خلاف کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرتا۔

اور اس کے بعد پھر وہ نہ کسی سے بالاتر ہے اور نہ کم تر۔

☆☆☆☆☆☆

اگر ہم ایک دوسرے کے سامنے اپنی اپنی خطاؤں کا اعتراف کر لیں، تو ہم سب ایک دوسرے پر ہنسیں گے۔ اس لئے کہ ہم سب جدت پسندی کے بیحد مشتاق ومحتاج نظر آئیں گے۔

اور اگر ہم سب اپنی اپنی خوبیاں اور فضیلتیں ایک دوسرے پر ظاہر کریں تو اور بھی زیادہ ایک دوسرے پر ہنسیں گے اور اس کی وجہ بھی وہی جدت پسندی کی حد سے بڑھی ہوئی احتیاج ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆

کتنے تعجب کی بات ہے کہ ہم اپنی خطا کی صفائی میں تو اس قدر کوشش کرتے ہیں، لیکن حق و صداقت کی تائید میں کوئی جدو جہد نہیں کرتے۔

ہم سب قیدی ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ ہم میں سے بعض لوگ روشن دانوں اور کھڑکیوں والی جیل میں قید ہیں اور بعض کال کوٹھڑی میں۔

☆☆☆☆☆☆

حقیقتاً نیک وہ ہے جو اپنی ذات کو ان لوگوں سے علیحدہ نہیں کرتا جنہیں دنیا ''بد'' سمجھتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جرم وخطا کا وجود تو ضروری اور مسلم ہے۔

باقی ایک فریق تو ارتکاب جرم کے وقت پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے تاکہ خطا کاری میں آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلے۔

اور دوسرا افریق سامنے کی جانب نظریں جمائے ہوئے ہے تا کہ آنے والی نسلوں کی کماحقہ، قیادت اور پیشوائی کر سکے۔

☆☆☆☆☆☆

زندگی ایک بہت بڑا جلوس ہے۔
سست رفتار اسے تیز رو سمجھ کر اس سے بھاگتا ہے۔
اور تیز رفتار اسے سست رو سمجھ کر اس سے بھاگتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

کس قدر راندھا ہے وہ شخص جو اپنی جیب سے تیرا دل خریدنا چاہتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ایک لنگڑے کے لئے یہ حکمت کا فیصلہ ہے کہ اپنی لاٹھی دشمن کے سر پر دے کر نہ مارے۔

☆☆☆☆☆☆

عجیب بات ہے کہ تمہاری شفقت و ہمدردی ایک سست رفتار شخص کے لئے وقف ہوتی ہے ایک سست فکر کے لئے نہیں۔ آنکھوں کے اندھے کے لئے مخصوص ہوتی ہے، ہئے کے اندھے کے لئے نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

میں کس قدر کمینہ ہوں کہ تم مجھے زندگی بھر زر خالص عطا کرتے ہو، اور میں تمہیں چاندی دیتا ہوں۔
لیکن اس کے باوجود، میں خود کو سخی داتا سمجھتا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

مجھ سے وہی لوگ حسد اور دشمنی کرتے ہیں، جو میرے مقابلہ میں کمتر ہیں۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی سے بڑھ کر نہیں ہوں۔
اور میری تعریف یا توہین وہی شخص کر سکتا ہے جو مجھ سے بڑھ کر ہو۔
لیکن آج تک نہ کسی نے میری تعریف کی اور نہ توہین۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی سے کم تر نہیں ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

کس قدر بے وقوف ہے وہ شخص جو اپنی آنکھوں کی قہر آلود نگاہوں میں اپنے ہونٹوں کے تبسم کا پیوند لگاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اکثر اوقات مجھے اپنی مدافعت نے دوسروں کی دشمنی پر آمادہ کر دیا ہے۔
لیکن اگر مجھ میں اس سے زیادہ قوت ہوتی تو میں اپنے بچاؤ کے لئے ایسے ذریعے کبھی اختیار نہ کرتا۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے جیل خانہ لے جایا جا رہا ہے، تو اپنے دل میں کہو:
"شاید یہ جس جیل کی جانب جا رہا ہے، اس سے زیادہ تنگ و تاریک جیل سے بھاگ رہا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆

اور اگر کسی نشہ میں چور شخص کو دیکھو تو اپنے دل میں کہو:
"کون جانتا ہے کہ اس نے شراب صرف اس لئے پی ہو کہ نشہ سے زیادہ بری چیزوں سے بچ جائے۔"

☆☆☆☆☆☆

مجھ پر اسی نے ظلم کیا، جس کے بھائی پر میں نے ظلم کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

رحمت، نصف عدالت کے سوا کچھ نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

خیر و شر کے متعلق جو کچھ دنیا کہتی ہے، اگر وہ درحقیقت صحیح ہے تو پھر میری ساری زندگی جرموں کا ایک سلسلہ ہے بس!

☆☆☆☆☆☆

پرانے زمانے میں ایک شخص تھا۔
جسے لوگوں نے سولی چڑھا دیا
اس لئے کہ وہ لوگوں سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا اور لوگ اس سے۔ ممکن ہے کہ تم حیران رہ جاؤ، اگر میں تمہیں بتاؤں کہ حال ہی میں میں نے اسے تین مرتبہ دیکھا۔
پہلی بار میں نے اسے ایک سپاہی سے درخواست کرتے دیکھا کہ وہ زانیہ کو قید میں نہ ڈالے۔
دوسری بار میں نے اسے ایک شرابی کے ساتھ شراب پیتے دیکھا۔
اور تیسری بار میں نے اسے ایک شخص سے گتھم گتھا ہوتے دیکھا جو کلیسا کو اپنی شہرت و ناموری کا ذریعہ بنانا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

بسا اوقات انسان اپنی مدافعت کرتے ہوئے خودکشی کر لیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

دشمن سے تمہارا کامل اتحاد ہو جائے گا۔
لیکن تم دونوں کے مرنے کے بعد!
یارب میرا کوئی دشمن نہیں
لیکن اگر میرے دشمن کا وجود ضروری ہی ٹھہرے،
تو پھر اے پروردگار! اسے میری ہی جتنی طاقت دیجیو!
تاکہ غلبہ حق کو ہی نصیب ہو!

☆☆☆☆☆☆

بعض لوگوں کی مدافعت ہی نے میرے قدموں کو سرعت بخشی۔

☆☆☆☆☆☆

انسانی قانون کو صرف دو شخص توڑ سکتے ہیں۔
دیوانہ اور عبقری
اور یہی دونوں روح الوہیت سے قریب ترین انسان ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

نیکوکار حقیقتاً وہ ہے جو تمہارے ارتکاب کردہ نصف جرم کا سبب خود کو محسوس کرے۔

☆☆☆☆☆☆

تم اپنے عرفان نفس کی بناء پر دوسروں کو دیندار تو قرار دے سکتے ہو۔
مگر کیا تم مجھے یہ بھی بتا سکتے ہو کہ ہم میں خطاوار کون ہے اور بے خطا کون؟

☆☆☆☆☆☆

زندگی کے پردے ہی اس راز کے بھی پردے ہیں، جو زندگی سے زیادہ گہرا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

بارہا میں نے خود کو ان جرائم کا مرتکب قرار دیا ہے، جن کی مجھے کبھی ہوا تک نہیں لگی اور یہ اس لئے کہ میں اپنے پاس بیٹھنے والے گنہگاروں سے بلند و برتر معلوم نہ ہوؤں۔

☆☆☆☆☆☆

خدا کے لئے اپنی فطرت کی کمزوریوں کو اکتسابی فضیلتوں میں نہ چھپاؤ!
دیکھو! میں تو اپنی چھوٹی سے چھوٹی کمزوری کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، اس لئے کہ وہ خاص میری ملکیت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

بڑے افسوس کی بات ہے!
آخر صراف، باغبان کیوں نہیں بن سکتا؟

☆☆☆☆☆☆

اپنے کپڑے اس کو دے دو، جو ان سے اپنے ہاتھ پونچھنے چاہتا ہے۔
اس لئے کہ بہت ممکن ہے، اسے ان کی حاجت ہو۔
رہے تم، سو تمہیں ان کی حاجت ہے ہی نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

میں اس مدافعت کرنے والے کو کیا کہوں؟
جو اپنے مقابل کے دور کی تصویر کھینچتا ہے!

☆☆☆☆☆☆

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ میں اپنے تئیں لوگوں کو فریب میں مبتلا رکھنا چاہتا ہوں۔

تاکہ ان لوگوں کی عقلوں کا مضحکہ اڑاؤں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان کے فریب کو نہیں پا سکتا۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تیرا دل ''آتش فشاں'' ہے تو پھر کیوں توقع رکھتا ہے کہ وہ پھولوں کو تیرے ہاتھوں میں تروتازہ رہنے دے گا؟

☆☆☆☆☆☆

جو شخص نیکی اور بدی کے درمیان خط فاصل پر انگلی رکھ سکتا ہے وہ درحقیقت ردائے الٰہی کے دامن کو چھو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

درحقیقت تو بڑا فراخ دل اور غفران ماب ہو گا۔
اگر ان قاتلوں کو چھوڑ دے، جنہوں نے خون کا ایک قطرہ نہیں بہایا۔
ان چوروں کو سزا نہ دے، جنہوں نے ایک تنکا نہیں چرایا۔
اور ان مسافتوں کی خطا معاف کر دے جنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

☆☆☆☆☆☆

فریب وقتی طور پر چل جاتا ہے، لیکن اس کا انجام ہمیشہ خودکشی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جو لوگ تمہیں مچھلی مانگنے پر سانپ دیتے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ سانپ کے سوا اور کچھ ان کے پاس دینے کے لئے ہو ہی نہیں اور اسی لئے ان کا یہ فعل جودو کرم سمجھا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

یہ قید خانہ کسی حال میں بھی برا قید خانہ نہیں ہے۔
لیکن میں اس دیوار کو بھی برداشت نہیں کر سکتا جو مجھے برابر والے کمرے کے قیدی سے جدا کرتی ہے۔
بایں ہمہ میں تمہیں قطعی طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں داروغہ جیل کا قرب چاہتا ہوں، نہ جیل کے بانی کا۔

☆☆☆☆☆☆

میرے پاس فرشتے بھی آتے ہیں اور شیطان بھی، لیکن میں دونوں سے باآسانی چھٹکارا حاصل کر لیتا ہوں۔
فرشتہ آتا ہے تو قدیم ترین نماز پڑھنی شروع کر دیتا ہوں، اور وہ اکتا کر میرے گھر سے نکل جاتا ہے۔
اور شیطان آتا ہے، تو قدیم ترین گناہ کرنے لگتا ہوں اور وہ مطمئن ہو کر میرے پاس سے چلا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ہم ''دیروز'' کا قرض ادا کرنے کے لئے ''فردا'' سے قرض لیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

بڑے سے بڑے غنی اور بڑے سے بڑے فقیر کے درمیان حد فاصل ایک دن کی بھوک اور ایک ساعت کی پیاس ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تم بڑے مشفق و مہربان ہو، اگر کسی کی حاجت پوری کرو
لیکن یاد رہے کہ بخشش و عطا کے وقت اپنا منہ ضرورتمند کی طرف سے پھیر لیا کرو تا کہ اپنی

آنکھوں کے سامنے اس کی شرم وحیا کو برہنہ نہ دیکھو۔

☆☆☆☆☆☆

سخاوت یہ نہیں کہ تم مجھے وہ چیز دو جس کی میرے مقابلہ میں چنداں ضرورت نہیں۔
بلکہ سخاوت یہ ہے کہ تم مجھے وہ چیز دو جس کی تمہیں مجھ سے زیادہ ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

میں نے اپنے مہمان کو گھر کے دروازے پر روک کر کہا:
''دیکھیے میرے گھر میں داخل ہوتے وقت اپنے پاؤں نہ جھاڑیے۔ بلکہ جب آپ تشریف لے جائیں گے، تو میں آپ کے پاؤں جھاڑوں گا۔''

☆☆☆☆☆☆

ایک مہمان نواز بھیڑیے نے غریب بکری کے بچہ سے کہا:
''کیا آپ میرے غریب خانہ کو اپنی تشریف آوری سے عزت بخشیں گے؟
بکری کے بچہ نے جواب دیا:
جناب کی ملاقات میرے لئے بڑے فخر و ناز کا سبب ہوتی اگر آپ کا دولت خانہ آپ کا معدہ نہ ہوتا۔

☆☆☆☆☆☆

اگر مہمان نہ ہوتے تو گھر قبرستان ہو جاتے۔

☆☆☆☆☆☆

تم اپنے پیٹ سے زیادہ نہیں کھا سکتے۔
اس لئے وہ آدھی روٹی جو تم نے نہیں کھائی دوسرے کا حصہ ہے۔

اور ہاں! تمھیں کچھ روٹی اچانک آنے والے مہمان کے لئے بھی رکھنی چاہئے۔

☆☆☆☆☆☆

تم دن کے آفتاب کے سامنے بھی آزاد ہو۔
تم رات کے چاند تاروں کے سامنے بھی آزاد ہو۔
تم وہاں بھی آزاد ہو، جہاں نہ سورج ہے، نہ چاند تارے۔
بلکہ تم کائنات کی طرف سے آنکھیں بند کر لینے کے بعد بھی آزاد ہو۔
لیکن تم غلام ہو، اس شخص کے سامنے جس سے تم محبت کرتے ہو۔
اس لئے کہ تم اس سے محبت کرتے ہو۔
اور تم غلام ہو، اس شخص کے سامنے، جو تم سے محبت کرتا ہے۔
اس لئے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔
ہم سب فقیر ہیں اور ہیکل کے دروازے پر جا کھڑے ہوتے ہیں۔
ہم میں سے ہر ایک ہیکل میں جاتا ہے اور بادشاہ حقیقی سے اپنا حصہ لے کر نکل آتا ہے۔
پھر بھی ہم ایک دوسرے پر حسد کرتے ہیں۔
اور اپنے اس طرز عمل سے بادشاہ حقیقی کی نظروں میں حقیر ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

تم اپنے سائے کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتے، کیونکہ تم نے سورج کی طرف پیٹھ کر رکھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اگر فطرت ہمارے قناعت کے وعظ سن پائے، تو جہان فطرت میں دریا سمندر کی طرف بہے، نہ خزاں بہار میں تبدیل ہو۔
اور اگر کفایت شعاری سے متعلق ہماری نصیحتیں فطرت کے کانوں تک پہنچ جائیں، تو نہ معلوم ہم میں ایسے کتنے لوگ ہیں، جو اس فضا کو بھی سونگھ کر جذب کر لیں۔

☆☆☆☆☆☆

حق، جو تم میں ہے، یا بے پناہ غم کو ظاہر کرے گا، یا بے کراں خوشی کو اس لئے جب تم اپنی حقیقت کا اعلان کرنا چاہو گے تو روز روشن میں برہنہ رقص کرنا، یا دار و رسن سے دو چار ہونا تمہارے لئے ضروری ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆

ہم ایک دوسرے کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک تمام لغت کو سات کلموں میں تبدیل نہ کر دیں۔

☆☆☆☆☆☆

تمہارا بہترین لباس وہ ہے، جو تمہاری ذات معنوی کے قامت پر ٹھیک اترے۔
تمہاری بہترین غذا وہ ہے، جو تم اپنی ذات معنوی کے دستر خوان پر کھاؤ۔
اور تمہارا بہترین بستر راحت وہ ہے، جو تمہاری ذات معنوی کے کاشانہ میں ہو۔
تو پھر اب تمہیں بتاؤ! تمہیں اپنے پروردگار کی قسم! کہ تم خود کو اپنی ذات معنوی سے کس طرح دور رکھ سکتے ہو؟!

تمہارے خیال اور میرے دل میں اس وقت تک اتفاق نہیں ہو سکتا جب تک تمہارا خیال لکھے ہوئے حروف پر زندہ رہنا ترک نہ کر دے اور میرا دل کہر میں زندگی بسر کرنے سے باز نہ آ جائے۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم نے اپنے دوست کو اس کے ہر رنگ میں نہیں پہچانا۔
تو یاد رکھو تم اس کو اب سمجھے ہو نہ آئندہ کبھی سمجھ سکو گے!!

☆☆☆☆☆☆

دوستی، نفع بازوں کے لئے، نفع اندوزی کی فرصت نہیں بلکہ ایک لذت بخش ابدی ذمہ داری

کا نام ہے۔

☆☆☆☆☆☆

محبت ایک نورانی کلمہ ہے، جسے نورانی ہاتھ نے نورانی کاغذ پر لکھا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

محبت اور شک ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

☆☆☆☆☆☆

دو محبت کرنے والے ایک دوسرے سے بغلگیر نہیں ہوتے جتنے وہ علاقہ محبت سے بغلگیر ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

جو محبت ہر شب و روز تبدیل نہیں ہوتی۔ وہ ''قوت استمرار'' کی ایک شکل اختیار کر لیتی ہے اور یہی استمراری قوت اپنے وقت پر پہنچ کر بندگی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جو مرد، عورت کی ادنیٰ کمزوریوں کو معاف نہیں کرتا، وہ اس کی اعلیٰ خوبیوں سے کبھی بہرہ یاب نہیں ہو سکتا۔

☆☆☆☆☆☆

ہر مرد، دو عورتوں سے محبت کرتا ہے۔
وہ عورت، جس کی تخلیق اس کا خیال کرتا ہے۔
اور وہ عورت، جو ابھی شرمندہ ولادت نہیں ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆

محبت، دو چاہنے والوں کے درمیان ایک پردہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مرد جب اپنا ہاتھ عورت کے ساتھ مس کرتا ہے۔
تو دونوں رخِ ابدیت کو چھوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم کسی چیز کے مالک بننا چاہتے ہو تو اسے اپنے نفس کے لئے نہ مانگو!

☆☆☆☆☆☆

کتنی زیادہ ہیں وہ عورتیں، جو مرد کا دل لبھالیتی ہیں۔
لیکن کتنی کم ہیں وہ عورتیں، جو اس کی حفاظت کرسکتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

بیج ڈالو! زمین تمہارے لئے پھولوں کے خزانے اُگل دے گی۔
اپنے خوابوں کو آسمان میں تلاش کرو! آسمان تمہیں تمہارے محبوب سے ملادے گا۔

☆☆☆☆☆☆

حسن ہمارا گم شدہ سرمایہ ہے، جسے ہم تمام زندگی تلاش کرتے ہیں۔
اس کے سوا جو کچھ ہے، وہ انتظار کی ایک نہ ایک صورت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم زندگی کے قلب تک پہنچ جاؤ تو ہر چیز میں تمہیں حسن و جمال کے جلوے انگڑائیاں لیتے نظر آئیں گے۔ یہاں تک کہ ان آنکھوں میں بھی، جو مشاہدہ جمال سے محروم ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

روح اور جسم کی یہ کشمکش صرف انہی لوگوں کے خیالات میں پائی جاتی ہے جن کی روحیں خوابیدہ ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

بے شک تمہارا وجود معنوی تمہارے ہاتھوں غمگیں رہتا ہے۔
لیکن اس رنج و اندوہ کے باوجود زندہ اور نمو پذیر ہے۔
یہی وجہ ہے کہ اس کا درد و غم انجام کار فرحت و مسرت سے بدل جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

میں اپنے وجود معنوی سے کبھی پوری طرح متفق نہیں ہوا۔
اور مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ میرے اور اس کے درمیان اس اختلاف کا کوئی نہ کوئی راز ہے ضرور۔

☆☆☆☆☆☆☆

اس دنیا میں ایسی کوئی خواہش نہیں جس کا وجود نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆

ماں کے دل کی خاموشیوں میں سویا ہوا نغمہ، بچے کے ہونٹوں پر کھیلتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

دیوانہ بھی میری اور تمہاری طرح ایک موسیقار ہے۔
لیکن جو ساز وہ بجاتا ہے، اس سے نغمے نہیں نکلتے۔

☆☆☆☆☆☆☆

کچلی ہوئی روح بھی فطری ضروریات سے نجات نہیں پا سکتی۔

☆☆☆☆☆☆☆

عقریت ایک گیت ہے، جسے پرندہ شدید انتظار کے بعد آنے والی بہار کی آمد پر گاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

کہتے ہیں:
بلبل جب محبت کے راگ الاپتی ہے تو اپنے سینے کو برماتی ہے۔
ہمارا بھی یہی حال ہے۔
تو پھر اس کے بغیر ہم محبت کے راگ کیسے الاپ سکتے ہیں؟

☆☆☆☆☆☆

تمہارے منہ میں تو نوالہ ہے، پھر تم گا کیسے سکتے ہو؟
تمہارے ہاتھ تو زرد جواہر سے پر ہیں پھر دعا کے لئے کیسے اٹھ سکتے ہیں؟

☆☆☆☆☆☆

سب سے بڑا مغنی وہ ہے، جو ہماری خاموشیوں کے نغمے الاپے۔

☆☆☆☆☆☆

ہمارے تمام اشعار بھورے ہیں جو فکر کے دستر خوان سے جھڑتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

بسا اوقات ہم بچوں کو سلانے کے لئے لوری دیتے ہیں۔
لیکن درحقیقت، ہم اپنی ذات کو تھپک تھپک کر سلانا چاہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

وحی کے گیت ہمیشہ گائے جاتے ہیں
وحی کی تفسیر کبھی نہیں کی جاتی۔

☆☆☆☆☆☆

شعرایک فلسفہ ہے جودلوں کو مسحور کرتا ہے۔
اور فلسفہ ایک شعر ہے، جس کے نغمے سازِ فکر سے بلند ہوتے ہیں۔
اگر ہم ان دونوں کو جمع کرسکیں کہ بیک وقت دلوں کو مسحور بھی کرلیں اور فکر کو بھی نغمہ ریز کردیں تو اس وقت ہم الوہیت کے سائے میں زندگی بسر کرسکیں گے۔

☆☆☆☆☆☆

اگر تم حسن و جمال کے گیت گاؤ گے، تو ان کا سننے والا تمہیں ضرور ملے گا۔ چاہے تم بیچ جنگل ہی میں کیوں نہ ہو!

☆☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ میں نے ایک شاعر سے کہا:
"ہم تمہاری قیمت اس وقت پہچانیں گے، جب تم مر جاؤ گے!"
"ہاں! اس لئے کہ ہمیشہ موت ہی حقیقت کے چہرے سے نقاب الٹتی ہے اور اگر درحقیقت، تم موت کے ذریعہ میری حقیقت پہچاننی چاہتے ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ میری زبان پر ہے اس سے کہیں زیادہ میرے دل میں ہے اور جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اس سے کہیں زیادہ میری تمناؤں میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

فرحت والم اور حیرت وسراسیمگی کی نامحدود کیفیتوں کا چند الفاظ میں سما جانا شعر ہے۔
شاعر اپنے دل کے نغموں کی گہرائیوں تک پہنچنے کی بے سود کوشش کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

شاعر تخت سے اتارا ہوا ایک بادشاہ ہے، جو اپنے محل کی راکھ پر بیٹھا اس سے طرح طرح کی صورتیں بنارہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

الفاظ زمانہ کی قیود سے آزاد ہیں۔
اس لئے ضروری ہے کہ تحریر یا تقریر کے وقت یہ حقیقت تمہارے پیش نظر رہے۔

☆☆☆☆☆☆

شعر کوئی فکر یا نظریہ نہیں ہے جسے الفاظ میں ادا کیا جا سکے۔
بلکہ وہ نغمہ ہے جو زخم خون آغشتہ یا دہان متبسم سے بلند ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اگر مجھے شعر کہنے کی قوت اور ناگفتہ شعر میں مضمر سرگشتگی میں سے کسی ایک کو انتخاب کرنے کا موقع دیا جاتا تو میں یقیناً سرگشتگی ہی کو پسند کرتا کیونکہ وہ شعر سے بہتر ہے۔
لیکن تم اور میرے تمام دوست اور ہمسائے تو میری جہالت پر متفق ہیں۔ اور تم سب کا تو یہ خیال ہے کہ میں اچھی چیز کو چھوڑ کر بری چیز کو پسند کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

اگر درخت اپنی سوانح عمری مرتب کر سکتا تو اس کی سرگزشت کسی قوم کی سرگزشت سے مختلف نہ ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆

وہ ہمارے دلوں کے خون میں قلم ڈبوتے ہیں اور پھر اسے وحی والہام سے موسوم کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

جب تم اپنے دل میں کچھ لکھنے کا جذبہ محسوس کرو۔۔۔۔اور اس جذبہ کا راز پاک روحوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔۔۔۔تو تمہارے اندر تین چیزیں ہونی چاہئیں معرفت، فن کاری اور سحر

آفرینی۔

الفاظ کے ترنم کی معرفت
سادگی، بے ساختگی اور اثر آفرینی کا فن
اور قارئین کو اپنا گرویدہ بنا لینے کا جادو۔

☆☆☆☆☆☆

یہ تمام درخت اشعار ہیں۔ جو زمین صفحۂ آسمان پر لکھتی ہے۔
لیکن ہم انہیں کاٹ کر ان سے کاغذ بناتے ہیں تا کہ اس پر اپنے احمقانہ خیالات و مزخرفات ثبت کریں۔

☆☆☆☆☆☆

وقت پسندی کے پیچھے مت پڑو، حقیقت آفرینی کی کوشش کرو!
اس لئے کہ شاعر کی فکر اور بچھو کا ڈنگ، دونوں اپنی عظمت کے لئے ایک ہی سرزمین کی طرف پلٹتے ہیں۔
ہر سانپ ایک سنپولیا پیدا کرتا ہے جو بڑا ہو کر اسی کو کھا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ہاں! ہماری زندگی بے کار نہیں گزری۔
کیا یہ عظمت و جلال کے محل لوگوں نے ہماری ہڈیوں سے تعمیر نہیں کیے؟!

☆☆☆☆☆☆

جو تمہاری خدمت کرتا ہے تم اس کے ہاتھ زر د جواہر سے بھی زیادہ قیمتی چیز کے بدلے رہن ہو۔
اس لئے یا تو اسے اپنا دل دو، یا اس کی خدمت کرو۔

☆☆☆☆☆☆

میں تمام چلنے والوں کے ساتھ چلوں گا اور ضرور چلوں گا:
لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ گزرنے والوں کے جلوس کا تماشہ دیکھنے کے لئے بے حس وحرکت
کھڑا ہو جاؤں۔

☆☆☆☆☆☆

عورت کو سمجھنے، کسی عجوبہ کا تجزیہ کرنے یا رازِ سکوت سے آشنا ہونے کی کوشش کرنے والا
شخص، اس شخص سے کتنا مشابہ ہے جو ناشتہ کرنے کے لئے کسی حسین خواب سے بیدار ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

کس قدر شریف ہے، وہ غم کا مارا دل!
جس کا غم اسے شاد و خرم دلوں کے ساتھ خوشی کے راگ گانے سے نہ روکے۔

☆☆☆☆☆☆

عورت اپنے چہرہ کو تبسم کی نقاب میں چھپا سکتی ہے!

☆☆☆☆☆☆

آؤ آنکھ مچولی کھیلیں اور ایک دوسرے کو تلاش کریں!!
دیکھو! اگر تم میرے دل میں چھپے تو میرے لئے تمہیں ڈھونڈ لینا دشوار نہیں!
لیکن اگر تم اپنی دیوارِ ہستی کے پیچھے چھپ گئے تو لوگوں کا تم تک پہنچنا ایک سعی لا حاصل ہوگا!

☆☆☆☆☆☆

بہت سے مذاہب روشندان کے شیشوں کی مثال ہیں۔
جن میں سے ہم حقیقت کو دیکھتے تو ہیں لیکن وہ ہمارے اور حقیقت کے درمیان حائل رہتے
ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

گوہم الفاظ کی موجوں میں ہر وقت ڈوبے رہتے ہیں۔
لیکن ہمارا عمق ہمیشہ خاموش رہتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حق دو شخصوں کا محتاج ہے
ایک وہ، جو اس کا اظہار کرے۔
اور دوسرا وہ جو اسے سمجھے۔

☆☆☆☆☆☆

اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھ:
تجھے ہر صورت میں اپنی صورت نظر آئے گی۔
اور اچھی طرح کان کھول کر سن:
تجھے ہر آواز میں اپنی آواز سنائی دے گی۔

☆☆☆☆☆☆

جاڑا جب کہتا ہے:
"بہار میری آغوش میں ہے!"
تو کون ہے جو اس کی بات مانتا ہے؟!
ہر بیج میں ایک شوق نمو ہے۔

☆☆☆☆☆☆

بکواسی پر کوئی حسد نہیں کرتا سوائے بہرے کے۔

☆☆☆☆☆☆

بسا اوقات مینڈکوں کی آوازیں، بیلوں کی آوازوں سے زیادہ بلند ہوتی ہیں۔
لیکن مینڈک نہ کھیت میں ہل چلا سکتے ہیں، نہ کولہو میں جوتے جاسکتے ہیں اور نہ تم ان کی کھال سے جوتیاں بنا سکتے ہو۔

☆☆☆☆☆☆

جب دو عورتیں بولتی ہیں، تو وہ کچھ ظاہر نہیں کرتیں۔
لیکن جب ایک عورت بولتی ہے، تو وہ پوری زندگی کا اظہار کر دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اس زندگی کی آواز جو مجھ میں ہے، اس زندگی کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی، جو تجھ میں ہے، پھر بھی ہمیں ہر حال میں بولتے رہنا چاہئے تاکہ تنہائی میں تکلیف محسوس نہ ہونے پائے۔

☆☆☆☆☆☆

ہم جو وہبی قوتوں کے مالک ہیں، خاموش ہیں۔ لیکن جن کی صلاحیتیں اکتسابی ہیں۔ وہ بکواس کرتے رہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

تمہیں چاہئے کہ حقیقت کو سمجھو تو ہمیشہ، لیکن ظاہر کرو کبھی کبھی۔

☆☆☆☆☆☆

جب زندگی کسی ایسے مغنی کو نہیں پاتی، جو اس کے ساز دل کو چھیڑے تو پھر وہ فلسفی پیدا کرتی ہے، جو اس کی عقل کو گویا کر دے۔

☆☆☆☆☆☆

میں نے رنج تنہائی محسوس نہیں کیا۔ جب لوگوں نے میرے ہنگامہ آفریں عیبوں کی

تعریفوں کے پل باندھے اور خاموش برائیوں پر نکتہ چینی کی۔

☆☆☆☆☆☆

خوش طبعی کو تو اس وقت سمجھے گا، جبکہ پیش آنے والی ہر فرصت کو غنیمت سمجھنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆

جو کچھ میں نے تجھ سے کہا ہے، اس کا ایک حصہ بے معنی ہے لیکن میں نے اسے دوسرے حصہ کے مفہوم کی تکمیل کے لئے کہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

انسان کی حقیقت ان چیزوں میں نہیں ہے، جو وہ ظاہر کرتا ہے، بلکہ ان چیزوں میں ہے جنہیں وہ ظاہر نہیں کرسکتا۔

اس لئے اگر تو اسے سمجھنا چاہتا ہے تو ان باتوں پر دھیان نہ دے جو وہ کہتا ہے، بلکہ ان باتوں کو سن! جو اس کی زبان سے ادا نہیں ہوئیں!

☆☆☆☆☆☆

جب تک میرا گلاس آدھا بھرا رہا، میں برابر اعتراض کرتا رہا۔ لیکن جب وہ خالی ہو گیا تو مجھے بھی اطمینان ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

جب انسان کسی خیال کے نشے میں چور ہوتا ہے، تو اسے کم سے کم "پاکیزہ شراب" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

تم شراب پیتے ہو، مدہوشی کے لئے اور میں شراب پیتا ہوں، وہ دوسری ہوشیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے!

☆☆☆☆☆☆

جب تو ان برکتوں کا مشتاق ہو، جن کا نام تجھے معلوم نہ ہو۔
اور جب تو غمگیں ہو۔ لیکن اپنے غم کا سبب نہ جانتا ہو۔
تو اس وقت فطرت تجھے تمام نشوونما پانے والی اشیاء کے ساتھ پروان چڑھاتی ہے اور تو اپنی ذات عظمیٰ کی بلندیوں کی طرف پرواز کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

عقل اسفنج کا ایک ٹکڑا ہے اور دل ایک جوئبار
تو کیا یہ تعجب خیز بات نہیں ہے کہ ہم میں سے اکثر چوسنے کو بہنے پر ترجیح دیتے ہیں؟

☆☆☆☆☆☆

تو مجھے کان اوزانی فرما، میں تجھے آواز عطا کروں گا۔

☆☆☆☆☆☆

ہم میں سے کچھ روشنائی کی مثال ہیں اور کچھ ورق کی مثال۔
اگر سیاہی نہ ہوتی تو سفیدی بہری رہ جاتی۔
اور سفیدی نہ ہوتی، تو سیاہی اندھی رہ جاتی۔

☆☆☆☆☆☆

انسان کی قدر و قیمت اس چیز سے نہیں ہے جو اسے حاصل ہو جائے بلکہ اس چیز سے ہے جس کے حصول کے لئے وہ تڑپتا رہے۔

☆☆☆☆☆☆

تو اندھا ہے اور میں گونگا بہرا، تو پھر آ! اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے، بہت ممکن ہے ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو بچالے!

☆☆☆☆☆☆

جنت اس دروازے کے پیچھے برابر والے کمرہ میں ہے، لیکن دروازہ کی کنجی میرے پاس سے کھوئی گئی ہے۔
مگر نہیں، کنجی شاید کھوئی نہیں گئی۔ بلکہ میں نے کہیں بے جگہ رکھ دی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

انسان کے خیال اور ادراک کے درمیان ایک مسافت ہے، جسے اس کی "آہ پر شوق کے سوا کوئی طے نہیں کرسکتا۔"

☆☆☆☆☆☆

میں نہیں جانتا "حقیقت مطلق" کیا ہے؟ لیکن نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنے "جہل" کے سامنے جھکتا ہوں اور اسی میں میرے لئے فخر بھی ہے اور اجر بھی۔

☆☆☆☆☆☆

سات مرتبہ میں نے اپنے نفس کو حقیر سمجھا:

1- جب میں نے اسے عظمت واقتدار کے لئے امارت و ریاست کا لباس پہنتے دیکھا۔
2- جب میں نے اسے مخلصوں کے سامنے شتر غمزے کرتے پایا۔
3- جب اسے آسان اور دشوار میں سے کسی ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا تو اس نے آسان کو پسند کیا۔
4- جب اس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور یہ کہہ کر خود کو تسلی دے لی کہ اس طرح دوسرے بھی گناہ کرتے ہیں۔
5- جب اس نے اپنی کمزوری کی بنا پر، ہر اس مصیبت کو برداشت کیا جو اس پر نازل ہوئی اور کہا یہ کہ وہ قوت کے مقابلہ میں صبر سے کام لے رہا ہے۔
6- جب اس نے کڑ کھائی صورت سے ذلت کا برتاؤ کیا جو حقیقت آشنا نگاہوں میں اسی کی ایک نقاب ہے۔

7- جب اس نے اپنی مدح وثنا کے راگ گائے اور انہیں فضیلت سمجھا۔

☆☆☆☆☆☆

مجھے کس قدر تعجب ہوتا ہے جب میں خود کو اس رنج والم کی شکایت کرتے دیکھتا ہوں جو میرے لئے سرمایہ لذت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

میں اپنے ایمان کو زندگی کے انصاف پر کیسے ضائع کر دوں۔ جب کہ میں جانتا ہوں کہ نرم و گداز بستروں پر سونے والوں کے خواب زمین پر سونے والوں کے خوابوں سے زیادہ حسین نہیں ہوتے۔

☆☆☆☆☆☆

میرے گھر نے مجھ سے کہا:
"مجھے نہ چھوڑ، کہ تیرا ماضی مجھ میں آباد ہے!"
اور میرے راستے نے مجھ سے کہا:
"میرے پیچھے پیچھے چلا آ، کہ میں تیرا مستقبل ہوں!"
لیکن میں اپنے گھر اور اپنے راستہ دونوں سے کہتا ہوں:
"میرا نہ کوئی ماضی ہے نہ مستقبل! اگر میں ٹھہروں تو میرا ٹھہرنا ہی گویا میرا چلنا ہے اور اگر میں چلوں تو میرا چلنا ہی گویا میرا ٹھہرنا ہے۔ اس لئے کہ موت اور محبت میں سے ہر ایک یہ قوت رکھتی ہے کہ ہر شے کو بدل دے!"

☆☆☆☆☆☆

میرے معبود! اس سے پہلے کہ خرگوش کو میرا شکار بنائے، مجھے شیر کا شکار بنا دے!!

☆☆☆☆☆☆

مقدس شہر کی راہ میں میری ملاقات ایک اور حاجی سے ہوئی۔
میں نے اس سے پوچھا:
"کیا مقدس شہر کا صحیح رستہ یہی ہے؟"
اس نے جواب دیا:
"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ! ایک دن اور ایک رات میں تم مقدس شہر پہنچ جاؤ گے۔"
میں فوراً اس کے ساتھ ہولیا۔ کئی دن اور کئی راتوں تک ہم چلتے رہے لیکن مقدس شہر نہ پہنچ سکے۔

میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب میں نے دیکھا وہ اس بات پر غصے ہو رہا ہے کہ اس نے مجھے سیدھے رستہ پر نہیں چلایا۔

☆☆☆☆☆☆

کیا ایتھر میں رہنے والی روحیں رنج وغم کے مارے ہوئے انسان پر رشک نہیں کرتیں؟!

☆☆☆☆☆☆

انسانیت نور کا دریا ہے۔ جوازل کی وادیوں سے نکل کر ابد کی راہوں میں بہتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

کہکشاں کے جھروکوں میں سے دیکھنے والے کے لئے زمین اور آسمان کی یہ درمیانی فضا فضا نہیں ہے!

☆☆☆☆☆☆

ہم زمانے کا اندازہ کرتے ہیں ان سیاروں کی حرکات سے، جو حد شمار سے باہر ہیں اور وہ زمانہ کی ناپ تول کرتے ہیں۔ ان آلات سے جنہیں وہ اپنی جیبوں میں لئے پھرتے ہیں۔
پھر تو ہی بتا۔۔۔۔۔ خدا تجھے ہر بلا سے بچائے!۔۔۔۔ ہم اور وہ ایک جگہ اور ایک وقت میں

کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟

☆☆☆☆☆☆

یاد رکھنا بھی ملاقات کی ایک شکل ہے!

☆☆☆☆☆☆

میں ایک مدت تک خاموش اور موسموں سے بے خبر، ارض مصر میں پڑا سوتا رہا۔
اس کے بعد سورج نے مجھے پیدا کیا اور پروان چڑھایا، میں اٹھ کھڑا ہوا، اور دونوں کے ساتھ گاتا۔ راتوں کے ساتھ خواب دیکھتا، دریائے نیل کے کنارے پر چلنے لگا۔
اب سورج اپنی ہزار در ہزار کرنوں سے میری آنکھوں پر حملے کر رہا ہے تاکہ میں ارض مصر میں دوبارہ سو جاؤں۔
لیکن کتنا عجیب ہے یہ معما!
کہ خود سورج، جس نے میرے اجزائے ہستی کو جمع کیا۔ اب انہیں منتشر نہیں کر سکتا۔
یہی وجہ ہے کہ میں ہنوز ثابت قدمی کے ساتھ دریائے نیل کے کناروں پر چل رہا ہوں اور برابر چلتا رہوں گا۔

☆☆☆☆☆☆

زندگی میں میرا تعارف ایک ایسے شخص سے ہوا جس کی سماعت بہت تیز تھی، لیکن وہ گونگا تھا۔۔۔۔ اس کی زبان ایک معرکہ میں کام آ گئی تھی۔ آج میں ان تمام لڑائیوں سے واقف ہوں، جو اس نے۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ بے پناہ خاموشی اس پر مسلط ہو۔۔۔۔ لڑیں اور یہ امر میرے لئے انتہائی مسرت کا سبب ہے کہ وہ مر گیا۔
اس لئے دنیا اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود بیک وقت ہم دونوں کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

مجھے خاموشی عطا فرما کہ میں رات کی اتھاہ تاریکیوں پر اچانک ٹوٹ پڑوں۔

مجھے دوبارہ زندگی اس وقت ملی، جب میرے جسم کو میری روح سے محبت ہوئی اور وہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆

جب اللہ نے مجھے ایک چھوٹی سی کنکری کی شکل میں اس عجیب و غریب سمندر میں پھینکا تو میں نے اس کی سطح پر بے شمار دائرے بنا کر اس کے سکون کو برباد کر دیا۔
لیکن جب میں اس کی گہرائیوں میں پہنچا تو وہی خاموشی مجھ پر بھی طاری ہو گئی جو اس پر طاری تھی۔

☆☆☆☆☆☆

موتی ایک جسم ہے، جسے دست الم نے ذرہ ریگ کے گرد تعمیر کیا ہے۔
تو پھر وہ کون سا الم ہے جس نے ہمارے جسموں کی تعمیر کی؟
اور وہ کون سے ذرے ہیں، جن کے گرد ہمارے جسم تعمیر کئے گئے؟

☆☆☆☆☆☆

میں چاہتا ہوں، کاش میرے لئے تکمیل ذات ممکن ہوتی!
لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں نے خود کو اس عظمت و بزرگی سے ہم کنار نہیں کیا، جو ذی عقل اور زندہ انسانوں کی حیات سے ہم آغوش ہے
کیا یہی عظمت و بزرگی زمین پر رہنے بسنے والے ہر انسان کی گم شدہ دولت نہیں ہے؟

☆☆☆☆☆☆

میں نے ایک عورت کے چہرے پر نگاہ ڈالی اور اس کی اولاد کو دیکھ لیا۔
حالانکہ وہ اب تک پیدا نہیں ہوئی۔
ایک عورت نے مجھے دیکھا اور میرے آباؤ اجداد کو جان لیا۔

حالانکہ وہ اس کی پیدائش سے پہلے مر چکے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

ابوالہول اپنی زندگی میں صرف ایک مرتبہ بولا اور وہ یہ کہ

"ذرہ ریگ صحرا ہے اور صحرا ذرہ ریگ!"

یہ کہہ کر وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

ابوالہول کی بات میں نے سنی تو ضرور! لیکن سمجھا خاک نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

اس سے پہلے کہ سمندر اور ہوا اپنے ہزار ہا سال پرانے الفاظ اسے عطا کریں انسان ایک سراسیمہ مخلوق تھا، جو اپنی گم شدہ ذات کی تلاش میں جنگل جنگل بھٹکتا پھر رہا تھا۔

جب حالت یہ ہو تو کیسے ممکن ہے کہ اپنی بے مایہ آوازوں سے جنہیں اس نے کل ہی سیکھا ہے، وہ عہد عتیق کی شرح کر سکے۔

☆☆☆☆☆☆

اللہ نے فکر کی، اور اس کی پہلی فکر فرشتہ تھا۔

اللہ نے کلام کیا اور اس کا پہلا کلمہ، انسان تھا۔

☆☆☆☆☆☆

میں کبھی لاجواب نہیں ہوا، مگر اس شخص کے سامنے

جس نے مجھ سے پوچھا

"تو کون ہے؟"

☆☆☆☆☆☆

لوگ جاگتے میں کہتے ہیں:

''تو اس دنیا میں جو تیری کارگاہ حیات ہے، لامتناہی سمندر کے لامتناہی ساحل کا ایک ذرہ ریگ ہے اور بس

اور میں سوتے میں کہتا ہوں:

''میں لامتناہی سمندر ہوں اور سارے عالم، میرے ساحل کے ذرہ ہائے ریگ ہیں اور بس!!''

☆☆☆☆☆☆

کل تک میرا خیال تھا کہ میں ایک ذرہ ہوں جو مضطربانہ طور پر زندگی کے دائرہ میں چکر لگا رہا ہے اور بغیر کسی نظم وضبط کے!

لیکن آج میں سمجھنے کی طرح سمجھتا ہوں!

کہ میں وہ دائرہ ہوں، جس میں ساری زندگی، منظم ذروں کے ساتھ چکر لگا رہی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ایک دفعہ، میں نے اپنی مٹھی کہر سے بھری

پھر اسے کھولا، کہر ایک کیڑا بن گئی تھی۔

میں نے دوبارہ مٹھی بند کی اور کھولی، اب کیڑے کی بجائے وہاں ایک چڑیا تھی۔

تیسری مرتبہ میں نے پھر مٹھی بند کی اور کھولی۔ اب اپنی ہتھیلی پر میں نے ایک مرد کو دیکھا جس کا چہرہ غمگین اور نگاہیں بلندیوں کو تک رہی تھیں۔

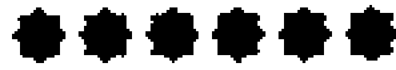
آخری بار میں نے پھر مٹھی بند کی اور اب جو اسے کھولتا ہوں تو سوائے کہر کے کچھ نہ تھا۔

لیکن اس وقت میں نہایت شیریں اور دلکش نغمے سن رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

ان ساحلوں پر میں ہمیشہ چلتا رہوں گا۔

ریگِ ساحل اور کیفِ بحر کے درمیان!
بے شک سمندر کا چڑھاؤ میرے نقوشِ قدم کو مٹا ڈالے گا۔
اور ہوا کفِ بحر کو لے اڑے گی
لیکن سمندر اور ساحل؟ یہ ابدالاباد تک رہیں گے!



دیوتاؤں کا مُکالمہ!

دیوتاؤں کا مکالمہ

پہلا دیوتا

ہوا پورب کے رخ چل رہی ہے۔
میں اپنا منہ دکن کی طرف موڑ لوں گا۔
کیونکہ ہوا نے میرے دماغ کو مردوں کی عفونت سے پریشان کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

یہ جلتے ہوئے گوشت کی سوندھی سوندھی اور طربناک خوشبو ہے۔
میں تو اس سے ضرور لطف اندوز ہوؤں گا۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

زندگی خود اپنے دھیمے شعلوں میں جل رہی ہے یہ بو اس جلن کی ہے۔
ہوا اس کے بوجھ سے دبی جا رہی ہے۔
جو میرے حواس کو جہنم کی کثیف سانس کی طرح ناگوار گزرتی ہے میں اپنا منہ اتر کی طرف
پھیر لوں گا جہاں سے کوئی بو نہیں آتی۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

یہ آتشیں خوشبو عدم کے پردوں کے جلنے کی ہے۔
میں ایک بار ہی نہیں۔ بلکہ ہمیشہ اسے سونگھنا چاہتا ہوں۔
دیوتاؤں کی گزر اوقات قربانی پر ہے۔
ان کی پیاس خون ہی سے بجھتی ہے۔
ان کے دل نوخیز روحوں کی قربانی سے تسلی پاتے ہیں۔
ان کے قول موت کے سائے میں زندگی بسر کرنے والوں کی آہوں سے تقویت حاصل کرتے ہیں۔
ان کے تخت انسانی نسلوں کی خاک پر کھڑے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

میری روح ان سب سے بیزار ہو چکی ہے۔
اب میرا ہاتھ نہ تخلیق کے لئے اٹھے گا اور نہ فنا کیلئے۔
اگر مرنا میرے بس میں ہوتا تو میں جینا کبھی پسند نہ کرتا۔
کیونکہ صدیوں کا بوجھ میرے کندھوں پر ہے۔
اور سمندر کے کراہنے کی مسلسل آواز نے میری نیند چھین لی ہے کاش! میں اصلی مقصد کو کھو بیٹھتا۔

اور ایک بجھے ہوئے شعلہ کی طرح فنا ہو جاتا۔
کاش میں اپنی الوہیت کے پیکر سے اصلی مقصد کا لبادہ اتار کر اپنی ابدیت کو کائنات کی پنہائیوں میں محو کر دیتا۔

اور پھر ہمیشہ کے لئے نابود ہو جاتا۔
کاش! میں آتش فنا میں جل کر ہمیشہ کے لئے زمانہ کی یاد سے محو ہو جاتا

اور میری ہستی
عدم کے خلا میں روپوش ہو جاتی۔

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

سنو! میرے بھائیو، میرے دیرینہ بھائیو۔
ایک نوجوان سامنے والی وادی میں
اپنے دل کا گیت راستے کو سنا رہا ہے۔
اس کا ستار سونے اور آبنوس کا ہے۔
اس کی آواز سونے اور چاندی کے سکوں کی طرح کھنکھناتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

میں اتنا خودغرض نہیں۔ کہ مرنے کی تمنا کروں۔
میں تو مشکل سے مشکل راستہ پر چلوں گا۔
سرد اور گرم موسموں کا ساتھ دوں گا اور زمانہ کی سطوت میں اضافہ کروں گا۔
میں بیج بوؤں گا۔ اور انہیں زمین کے سینے کو چیر کر پھوٹتے ہوئے دیکھوں گا۔
میں پھولوں کو ان کی حد سے باہر نکلنے کا حکم دوں گا۔
تاکہ وہ مستی شباب سے سرشار ہو کر شاخ ہستی پر لہرائیں
اور جب طوفان جنگلوں میں زور سے قہقہے لگائے گا۔
تو میں ان پھولوں کو توڑ کر اپنے دامن میں رکھ لوں گا۔
میں انسان کو پُر اسرار تاریکی سے باہر نکال کر چلنے کا حکم دوں گا مگر اس کا رشتہ زمین سے ہی قائم رہنے دوں گا۔
میں اس کے دل میں زندگی کی تڑپ پیدا کروں گا اور موت کو اس کا ساتھی بناؤں گا۔

میں اسے محبت عطا کروں گا۔
جو درد کے ساتھ بڑھتی۔
آرزوؤں کے ساتھ ابھرتی۔
ولولوں کے ساتھ پھیلتی۔
اور اولین ہم آغوشی کے ساتھ زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ میں اس کی راتوں کو حسن فردا کے رنگین خوابوں سے آراستہ کروں گا۔
اور اس کے دنوں کو سہانی راتوں کے تصورات سے زینت دوں گا۔
ان تمام باتوں کے باوجود
میں اس کے دنوں اور راتوں میں مماثلت قائم رکھوں گا۔
میں اس کے تخیل کو شاہین کوہستانی کا بال پرواز عطا کروں گا اور اس کے خیالات کو سمندر کے طوفانوں کی ہیجانی کیفیت بخشوں گا۔
لیکن اس کے ہاتھوں کو فیصلے کرنے میں نرم خیز بناؤں گا اور اس کے پاؤں کو آگے قدم بڑھانے میں سوجھ بوجھ انعام کروں گا۔
میں اسے مسرت عطا کروں گا۔
کہ وہ ہمارے حضور میں گائے
اور اسے غم بخشوں گا۔
تا کہ وہ ہماری جناب میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے۔
پھر میں اسے خاک کے دامن میں سلا دوں گا۔
جب زمین بھوک کے مارے خوراک کے لئے چلائے گی میں اس کی روح کو عالم بالا پر لے جاؤں گا۔
تا کہ وہ ہماری آئندہ نوازشوں کا اندازہ لگائے
اور اس کے جسم کو خاک میں لت پت ہی رہنے دوں گا
تا کہ اسے کل کے حالات فراموش نہ ہو جائیں۔
ہم اس طرح آخری ساعت تک اس کی زندگی پر حکومت کریں گے۔

ہم اس کی سانس پر قابو رکھیں گے۔
جو اس کی ماں کے اضطراب کے ساتھ شروع ہوئی۔
اور اس کے بچوں کی چیخ پکار کے ساتھ ختم ہو گی۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

میں پیاسا ہوں۔
لیکن میں ایک ناتواں قوم کے پتلے خوں سے اپنی پیاس نہیں بجھاؤں گا۔
کیونکہ یہ جام داغدار ہے۔
اور اس میں جو انگوری شراب ہے۔
وہ میرے منہ کو تلخ معلوم ہوتی ہے۔
میں نے تمہاری طرح مٹی کو گوندھا۔
اور پھر اس سے سانس لینے والے متحرک پتلے پیدا کئے۔ جو میرے گیلے ہاتھوں سے گر کر تمام ولولوں اور پہاڑیوں میں منتشر ہو گئے۔
میں نے تمہاری طرح اولین زندگی کی گہرائیوں کو گرمایا۔
اور اسے غاروں کی تاریکیوں سے رینگ رینگ کر خطرناک گھاٹیوں پر چڑھتے دیکھا۔
میں نے تمہاری طرح موسم بہار کو آواز دی
اور اس کی رنگینیوں کو دنیا کے گوشے گوشے میں بکھیر دیا۔
تا کہ یہ نوجوانوں کے دل میں محبت کی آگ بھڑکائے اور انہیں پھلنے پھولنے اور نسل انسانی کو بڑھانے کی تحریک دلائے۔
میں نے تمہاری طرح انسانوں کو ایک معبد سے دوسرے معبد میں لے جا کر۔
ان دیکھی چیزوں کے لئے۔
ان کے گونگے خوف کو
اپنے لئے عقیدت میں تبدیل کیا۔

میں نے تمہاری طرح ان کے سر پر خوفناک طوفان برپا کیے تا کہ وہ ہمارے سامنے اپنا سر نیاز جھکائیں۔

میں نے ان کے پاؤں تلے کی زمین کو شدید جھٹکے دیئے تا کہ وہ خوفزدہ ہو کر ہمارے حضور میں فریاد کریں۔

تمہاری طرح میں نے پُر آشوب سمندروں کو انسانی امن وسکون کے جزیرے سے نکل جانے کا حکم دیا۔

جس کی وجہ سے یہ جزو ضعیف ہمارے حضور میں پکار کرتے ہوئے راہی عدم ہوا۔ میں نے سب کچھ کیا اور اس سے بھی زیادہ

لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں۔

کہ جو کچھ میں نے کیا۔

وہ بے معنی اور فضول تھا۔

بیداری

ایک واہمہ

نیند

ایک خواب پریشان

اور یہ سپنے

ان سے بھی زیادہ بیکار اور بے حقیقت ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

بھائیو۔ میرے جلیل القدر بھائیو۔

حنا کے کنج میں

ایک لڑکی چاند کی پرستش کرتی ہوئی ناچ رہی ہے۔

اور اس کی بوندیں۔

اس کے بالوں میں بے شمار ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔
اوراس کے پاؤں
گویا ہزاروں پر پھڑ پھڑا رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

ہم نے انسان کو
اپنی اس سہانی انگور کی بیل کو بویا۔
زندگی کی پہلی صبا کی ارغوانی کہر میں کھڑے ہوکر
ہم نے زمین کے سینے میں ہل چلایا۔
ہم نے ننھی ننھی کونپلوں کو پھوٹتے ہوئے دیکھا۔
اور بے رت دنوں میں سالہا سال تک
ہم نے نوزائیدہ پتیوں کو
اپنے آغوش محبت میں پرورش دی۔
ہم نے شگوفوں کو
خشم گیں عناصر سے بچایا۔
اور پھولوں کو۔
تمام بدروحوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا۔
اب جب کہ ہماری
یہ انگور کی بیلیں اپنے پھل دینے لگی ہیں
تو کیا تم ان کے ثمر کو شراب کشید کرنے والوں کے پاس نہ لے جاؤ گے۔
اوران کے جوہر سے اپنا جام نہ بھردو گے۔
آخر تمہارے ہاتھوں سے زیادہ
کس کے مضبوط ہاتھ ہیں۔

جواس بیل کی خوشہ چینی کریں گے۔
اور تمہاری پیاس بجھانے سے بلند
اس کا اور کیا مصرف ہو سکتا ہے۔
انسان دیوتاؤں کی خوراک ہے۔
اور اس کی سعادت کا ستارہ
اس وقت طلوع ہوتا ہے۔
جب دیوتاؤں کے مقدس ہونٹ
اس کی بے مقصد سانس کو
اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔
جب تک انسان کے فطری جوہر
اس کی ذات تک محدود ہیں۔
وہ بالکل ہیچ ہیں
بچپن کی معصومیت
عنفوان شباب کی شیریں ترنگیں
بھرپور جوانی کی آتشیں حرارت
بڑھاپے کی دانائی
بادشاہوں کا جاہ وجلال
سورماؤں کا غرور کامرانی
شاعروں کی شہرت
تخیل پرستوں اور زاہدوں کا اعزاز یہ تمام باتیں۔
اور جو کچھ ان میں مضمر ہے۔
دیوتاؤں کی خاطر ہیں
اس لئے اگر یہ ان کے حضور میں پیش نہ ہوں
تو یہ ایک ایسی غذا ہوگی۔

جسے دیوتاؤں کی برکت حاصل نہیں۔
جس طرح ایک بے زبان دانہ بلبل کی منقار تک پہنچ کر ایک رنگین نغمہ بن جاتا ہے۔
اسی طرح انسان دیوتاؤں کی غذا بن کر لاہوتی صفحات کا مزہ چکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

خوب
انسان دیوتاؤں کی خوراک ہے۔
اور جو کچھ انسان سے متعلق ہے۔
وہ ضرور دیوتاؤں کے ابدی دستر خوان پر آئے گا
بچہ جننے کا عذاب
بچہ کی اولین دل خراش چیخ
جو رات کے برہنہ سینے کو چیرتی چلی جاتی ہے۔
ماں کی اس وقت کی اذیت اور کرب
جب وہ نیند کے حملوں کی روک تھام میں لگی ہوتی ہے
تاکہ تھکی ہاری ہونے کے باوجود
وہ اپنی چھاتی سے زندگی کا نیا سرچشمہ لائے
دل جلے شباب کا آتشیں نفس
ناکام جذبات کی دبی دبی آہیں
زمین کے سینے میں ہل چلانے والے دہقان کی پسینے سے شرابور پیشانی مرجھائے ہوئے
زرد رنگ بڑھاپے کی حرماں نصیبی
جب زندگی اپنی مرضی کے خلاف موت کو لبیک کہتی ہے۔
یہ ہے انسان
ایک ایسی ہستی

جو فاقوں پر پرورش پاتی ہے اور بھوکے دیوتاؤں کی خوراک بنتی ہے۔
ایک انگور کی بیل
جسے موت اپنے پاؤں تلے روند دیتی ہے۔
ایک رنگین پھول
جو بدشگون سایوں کی تاریک رات میں پرورش پاتا ہے
ماتمی ایام کے تلخ انگوروں کا خوشہ
اور خوف وندامت کے لمحات کا ترش پھل
پھر تم یہ کہتے ہو کہ میں سرکے کو شربت سمجھ کر پی جاؤں، تم یہ چاہتے ہو۔
کہ میں ان لوگوں میں بیٹھ کر
جو سر سے پاؤں تک کفن میں لپٹے ہیں۔
پتھرائے ہوئے ہونٹوں سے جوہر حیات اخذ کروں ان کے مرجھائے ہوئے ہاتھوں سے سامانِ بقا پیدا کروں۔

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

بھائیو! میرے باجبروت بھائیو۔
ایک نوجوان
کہیں دور
کائنات کی عمیق گہرائیوں میں گیت گا رہا ہے۔
اور اس کی آواز بلندیوں تک گونج رہی ہے۔
اس کا گیت تمام جنگل کو ہلا رہا ہے۔
اس کی آواز آسمان کے بھی اس پار جا رہی ہے۔
اور زمین کی نیند درہم برہم کر رہی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ
تمہارے کانوں کو گراں گزرتی ہے۔
اور شہد تمہارے ہونٹوں کے لئے زہر ہے۔
کاش میں تمہاری تسکین کر سکوں
لیکن افسوس میں ایسا نہیں کر سکتا
کیونکہ دیوتا جب ایک دوسرے کو بلاتے ہیں
تو ان کی آواز کائنات کی اتھاہ گہرائیوں ہی میں رہ جاتی ہے
کیونکہ ان کے مابین ایک ایسی خلیج سی حائل ہے۔
جسے کوئی نہیں پاٹ سکتا
فضا ایک لامتناہی خلا ہے۔
جس میں ہوا کا گزر نہیں۔
لیکن پھر بھی میں تمہاری تسکین کر سکوں گا۔
کاش میں تمہارے کروں کو گرد وغبار سے پاک کر سکتا
اگرچہ ہم قوت اور حکمت میں ایک دوسرے کے برابر ہیں پھر بھی میں تمہیں ضرور مشورہ دیتا ہوں۔
جب روز ازل میں
پریشان عناصر سے کرہ ارض نے اپنا سر نکالا
اور ہم فرزندان ازل نے ایک دوسرے کو صبح نمود کی شفاف روشنی میں دیکھا
تو ہمارے سینوں سے وہ پہلی دھیمی دھیمی سی لرزتی ہوئی آواز نکلی۔
جس نے دفعتاً ہوا اور سمندر کی بے حس لہروں میں حرکت پیدا کر دی
پھر ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس نوازئیدہ دنیا کی دھندلی سی روشنی میں
بڑھتے چلے گئے تو ہمارے لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں کی جنبش سے وقت کی ارتعاش ہوئی

جو چوتھا دیوتا ہے۔
وہ اپنے پاؤں ہمارے نقش قدم پر رکھتا ہے۔
اور ہمارے خیالات اور ارادوں پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔
وہ جو کچھ دیکھتا ہے۔
ہمارے ہی سر آنکھوں سے دیکھتا ہے۔
پھر زندگی نے اپنا قدم زمین پر رکھا۔
اس کے پاس روح آئی
جو کائنات کی راگنی ہے۔
ہم نے عرصہ دراز تک زندگی اور روح پر حکومت کی۔
ہمارے سوا نہ کسی کو وقت کا اندازہ تھا۔
اور نہ سالوں کے خوابوں کا احساس
آخر ہم نے ساتویں دور کے عروج میں
سمندر کی دیوی کو سورج دیوتا سے بیاہ دیا۔
ان کے حجلہ عروسی میں انسان پیدا ہوا۔
ایک ایسی ہستی
جو کمزور اور ناتواں ہونے کے باوجود
اپنے ماں باپ کی فطرت کی آئینہ دار ہے۔
انسان زمین پر رینگتے ہوئے بھی آسمان پر دیکھتا ہے۔
لیکن اس کے ذریعے سے
ہم زمین کے بہترین گوشوں پر نظر دوڑا سکتے ہیں۔
اس پیکر فانی کے ذریعہ سے
جو سیاہ پانی کے آس پاس اگنے والا ایک نحیف سرکنڈا ہے
بنسری بناتے ہیں۔
اور اس کے کھوکھلے سینہ سے اپنی آواز

اس خاموش دنیا تک پہنچاتے ہیں۔
شمال کے یخ بستہ خطہ سے جنوب کے خطہ تک
کنولوں کی اس سرزمین سے
جہاں دن پیدا ہوتے ہیں۔
ان خوف ناک جزیروں تک
جہاں دنوں کو تیغ کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔
انسان
کمزور انسان
ہماری ترغیب اور حوصلے سے جرات آزما ہو کر
رباب اور شمشیر ہاتھ میں لے کر میدان میں اترتا ہے۔
وہ ہمارے ارادوں کا حامل بن کر
ہماری سطوت کا اعلان کرتا ہے۔
وہ اپنے ہجوم شوق کے تند و تیز دریاؤں کو اپنا رہ گزر بنا کر ہماری تمناؤں کے سمندر تک پہنچاتا ہے۔
اور ہم سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھے
انسان کی نیند میں
اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھتے ہیں
ہم اس کی فطرت کو دعوت دیتے ہیں۔
کہ وہ شفق کی وادی سے باہر نکل کر اپنے پورے جاہ و جلال سے پہاڑوں کی بلندی پر جلوہ گر ہو۔
ہمارے ہاتھ ان طوفانوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔
جو دنیا کے جسم کو مسلتے ہوئے آگے نکل جاتے ہیں۔
ہم انسان کو بے نتیجہ امن و سکون سے باہر نکال کر
کشمکش کی زرخیز سرزمین میں بلاتے ہیں۔

: کہ وہ مہم پر مہم سر کرتا جائے۔
ہماری آنکھوں میں وہ بصیرت ہے۔
جو انسان کی روح کو مشتعل کر دیتی ہے۔
اور اسے الہام میں ڈوبے ہوئے انقلاب آفریں پیغامات کا ذوق دلا کر
دار پر ہلاک ہونے کی جرات دلاتی ہے۔
انسان کی پیدائش غلامی کے گہوارہ میں ہوئی۔
اسی غلامی میں اس کی عزت کا راز مضمر ہے۔
یہ خاکی پیکر
ہمارے مقاصد کا ترجمان ہے۔
اس کی حیات میں
ہمارے منصوبے تکمیل پاتے ہیں۔
اگر انسان کا دل مٹی سے بھرپور ہو کر سرد ہو جائے
تو ہماری آواز کس کے کانوں میں پہنچے گی۔
اگر انسان تاریکی سے اندھا ہو جائے۔
تو ہماری درخشانی کا نظارہ کون کرے گا؟
اگر یہ نہیں
تو پھر تم انسان کو کس کام لاؤ گے
جو نہ صرف ہماری لازوال فطرت کا آئینہ دار ہے۔
بلکہ ہماری شکل وصورت پر پیدا کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

بھائیو! میرے جلیل الشان بھائیو
ناچنے والی لڑکی کے پاؤں

گیت کے نشے سے ڈگمگا رہے ہیں
ان کی جنبش نے ہوا میں ارتعاش پیدا کر دیا ہے۔
اس کے ہاتھ اڑتی ہوئی فاختاؤں کی طرح اوپر کی طرف بلند ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

ایک چنڈول دوسرے چنڈول کو پکارتا ہے
لیکن عقاب بلند اڑ جاتا ہے۔
اور ان کے گیت سننے کے لئے نہیں ٹھہرتا۔
انسان جو ہماری پرستش کرتا ہے۔
تم میری انانیت کو
اس سے مطمئن ہو جانے کی تعلیم دیتے ہو۔
اور انسان کو دیوتاؤں کا غلام بنا کر
مجھے خوش کرنا چاہتے ہو۔
میری خودی لامحدود اور لاانتہا ہے۔
میں اس آب وگل کی دنیا سے آزاد اور بلند ہو کر اپنا تخت آسمان پر بناؤں گا۔
میرے بازو فضاؤں کے گرد گھیرا ڈال لیں گے اور نورانی راستے کو اپنی کند کا اسیر بنائیں گے۔

میں کہکشاں کو اپنی کمان
اور دم دار ستاروں کو تیر بناؤں گا۔
ایک لاانتہائی کو
دوسرے لاانتہا سے مسخر کروں گا۔
لیکن اگر یہ بات تمہارے بس میں ہو
تو تم پھر بھی ایسا نہیں کرو گے

کیونکہ جو حیثیت انسان
انسانوں کے مقابلے میں رکھتے ہیں۔
وہی دیوتا
دیوتاؤں کے مقابلہ میں رکھتے ہیں۔
تم میرے اکتائے ہوئے دل کو اس زمانے کی یاد دلاتے ہو
جو ہم نے کہر میں بسر کیا۔
جب میری روح پہاڑوں سے اپنا جلوہ تلاش کرتی تھی
اور میری آنکھ سوئے ہوئے چشموں میں اپنا عکس ڈھونڈتی تھی
اگر چہ جب میں وجود میں آیا۔
تو میرا ماضی ہمیشہ کے لئے موت کی نذر ہو گیا
خاموشی نے اس کے اوپر اپنا تسلط کر لیا
اور اس کے سینے پر ہواؤں سے اڑ اڑ کر ریت کی تہیں جم گئیں۔
اے گزرے ہوئے دن
اے گزری ہوئی ساعت
اے میری پابہ زنجیر الوہیت کے جنم داتا
کس مہادیو نے تجھے تیری اڑان میں پکڑا
اور کنج قفس میں میرے وجود کا حامل بنایا؟
کس عظیم الشان سورج نے تیری چھاتی کو گرمایا
تا کہ میں وجود میں آؤں
میں تجھے نہ مبارک باد کہتا ہوں۔
نہ بددعا دیتا ہوں
کیونکہ جس طرح تو نے مجھ پر زندگی کا بوجھ ڈالا ہے۔
اسی طرح میں نے انسان کی پشت پر بوجھ ڈالا ہے۔
لیکن میں تجھ سے بہر حال کم آزاد ہوں۔

کیونکہ میں نے تو پائندہ ہونے کے باوجود
انسان کو ایک ڈھلتا ہوا سایہ بنایا۔
اور تو نے فنا ہو کر۔
مجھے ایسی زندگی دی
جس کی کوئی انتہا نہیں
اے گزرے ہوئے دن
اے گم گشتہ ساعت
کیا تو کبھی پھر واپس آئے گی
تا کہ میں تجھ سے باز پرس کرسکوں
کیا تو زندگی کے دوسرے جنم کے ساتھ پھر پیدا ہوگی
تا کہ میں تیری باقی ماندہ یاد کو زمین سے محو کردوں
اے کاش!
تو تمام مردہ روحوں کے ساتھ پھر پیدا ہو
اور زمین کا دم اپنے تلخ پھل کی کثرت سے گھٹ کر رہ جائے
اور تمام سمندر کچلے ہوئے انسانوں کی لاشوں سے بھر پور ہو جائیں۔
اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہو کر زمین کی بیکار قوت تخلیق کو تباہ و برباد کردیں۔

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

بھائیو! میرے مقدس بھائیو
لڑکی نے گیت سن لیا ہے۔
اب وہ مغنی کی تلاش کر رہی ہے۔
وہ ایک سرمست آہو کی طرح حیرت انگیز مسرت سے چٹانوں اور ندیوں کو پھاند رہی ہے۔
ہر طرف منہ اٹھا اٹھا کر دیکھتی ہے۔

اف انسانی امنگوں میں کس قدر شادمانی ہے۔
جب اس کے مقاصد کی آنکھ نیم وا ہوتی ہے۔
ہونٹوں پر ایک شیریں تبسم نمودار ہوتا ہے۔
جو آنے والی عشرت کے تصور سے کانپتے ہیں۔
جنت سے کیسا پھول گرا
جہنم سے یہ کیسا شعلہ بلند ہوا
جس نے سکوت کو بیدار کر دیا۔
اس کے سینے میں بے پایاں مسرت اور خوف کا طوفان برپا کر دیا۔
کیا ہم نے پہاڑوں پر بیٹھے بیٹھے کوئی نیا خواب دیکھا یا ہم نے کسی خیال کو روانہ کیا
جس نے مدہوش وادی کو خواب غفلت سے جگایا اور رات کو منتظر بنا دیا۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

قدرت نے تمہیں ایک مقدس کارخانہ عطا کیا ہے۔
اطلس و حریر تیار کرنے کا فن سکھایا
یہ کارخانہ
اور یہ فن
تمہاری جاودانی ملکیت ہے۔
سیاہ و سفید
گراں اور سبک
قرمزی اور سنہری تار
سب تمہارے ہاتھ میں ہیں۔
پھر بھی تم اپنے لئے ایک لبادہ بنانے سے متامل ہو۔
تمہارے ہاتھوں نے آگ اور خون سے انسان کی روح کا بیش بہا خلعت بنایا

پھر بھی تم اس کے تار و پود کو توڑ دینا چاہتے ہو۔
اور اپنے ماہر ہاتھوں کو ایک دائی مگر بے کار زندگی کے سپرد کر دینے کے خواہاں ہو۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

نہیں۔۔۔۔میں اپنے ہاتھوں کو ایک ایسی زندگی کی تشکیل میں مصروف کر دوں گا۔
جو ہنوز ایک سربستہ راز ہے۔
میں ایسی شاہراؤں کی طرف قدم اٹھاؤں گا
جن پر اب تک کوئی نہیں چلا
ان گیتوں کے سننے میں کیا لذت ہے
جنہیں ہم ہزار بار سن چکے ہیں
اور جن کے فضا میں بلند ہونے سے پہلے ہی ہمارے کان ان کی مانوس دھنوں کا تصور کر لیتے ہیں۔
میرا دل ایک ایسی نادیدہ کائنات کا جویا ہے۔
جو اس کے تصور سے ماورئی ہے۔
میں اپنی روح کو
ان دیکھی دنیا کی طرف لے جانا چاہتا ہوں
جس میں میری یاد بھی اقامت پذیر نہیں ہوئی
مجھے اس جاہ و حشم کے طلسم سے مسحور نہ کرو
جس سے میرا دست طلب کامیاب ہے۔
مجھے اپنے یا میرے بخت سے تسکین نہ دو
کیونکہ جو کچھ مجھ میں یا آفاق میں موجود ہے
یا آئندہ موجود ہوگا۔
میری چشم تمنا کو مسحور نہیں کر سکتا

اے میری روح
تیرا چہرہ خاموش ہے۔
تیری آنکھوں میں رات کے سائے خوابیدہ ہیں۔
لیکن تیرا سکوت بہت ہراس آفریں ہے۔
اور خود تیری شکل بھی خوف پرور ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

بھائیو! میرے بزرگ بھائیو
اب لڑکی نے مغنی کا سراغ پالیا ہے۔
اس کا مسرت سے تمتمایا ہوا چہرہ دیکھتی ہے۔
وہ چیتے کی طرح پھرتی سے قدم رکھتی ہوئی
انگور کی سرسراتی ہوئی بلیوں اور جھاڑیوں سے گزرتی جا رہی ہے۔
اب مغنی مسرت سے معمور اور اشتیاق آمیز گیت الاپتا ہوا۔
اس صبیح چہرے پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے۔
میرے بھائیو! میرے بے پروا بھائیو
کیا یہ کوئی نیا دیوتا ہے۔
جس نے محبت میں دیوانہ ہو کر
قرمزی اور سفید ڈوروں کا جال بنا ہے۔
یہ کونسا تیز رفتار ستارہ ہے۔
جو اپنے راستے سے بھٹک گیا ہے۔
یہ کس کا راز ہے۔
جسے رات صبح سے چھپا رہی ہے
یہ کس کا ہاتھ ہے۔

جو ہماری دنیا پر تلا ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

میری روح
اے میری بے تاب روح
اے بھڑکتے ہوئے کرے
تو جو میرا احاطہ کئے ہوئے ہے۔
میں تجھے کس راستے پر ڈالوں
کس دنیا کی طرف تیری بیتابی کی رہنمائی کروں
میری روح
اے میری بے یار و مددگار روح
تو بھوک میں اپنے کو شکار کرتی ہے۔
اور اپنے ہی آنسوؤں سے تو اپنی پیاس بجھاتی ہے۔
کیونکہ نہ تو رات اپنی اوس تیرے پیالے میں جمع کرتی ہے۔
اور نہ ہی دن تیرے لئے کوئی پھل لاتا ہے۔
میری روح
اے میری روح
تو آرزوؤں سے لدا ہوا جہاز ہے۔
جو ریت میں گڑ گیا ہے۔
تیرے بادبانوں کو جنبش میں لانے کے لئے ہوا کہاں سے آئے گی۔
کون سا چڑھاؤ تیرے پتوار کو آزاد کرے گا۔
تیرا لنگر نیچے گر پڑا ہے۔
تیرے بادباں کھلنے کے لئے تیار ہیں۔

لیکن تیرے سر پر آسمان خاموش ہے۔
سمندر کا ٹھہرا ہوا پانی
تیرے جمود پر خندہ زن ہے۔
اب تیرے اور میرے لئے کون سی امید باقی ہے؟
اب آفاق کا کونسا تغیر
کونسا نیا مدعائے آسمانی
تجھے اپنی طرف ملتفت کرے گا؟
کیا لامکاں کا بطن تیرے لئے ایک نجات دہندہ پیدا کرے گا
ایک ایسی ہستی
جو تیرے اندازہ سے کہیں زیادہ پُرشکوہ ہے۔
اور جس کا ہاتھ تجھے اسیری کے چنگل سے نجات دلائے گا

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

خاموش
اے مضطرب سینے کی سانس
اور بے جا دعائیں بند کر دے
کیونکہ یہ کائنات بے پایاں تیرے لئے پنبہ در گوش ہے۔
اور آسمان تیری طرف سے بے پروا ہے۔
ہم خود ہر چیز کا ملجا و ماویٰ ہیں
ہم خود ایک کبریائی ہستی ہیں۔
ہمارے اور اس لامحدود فضا کے درمیان
ہمارے غیر متشکل جذبے اور مقصود کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔
تم غیب کو پکارتے ہو۔

وہ ایک چلتی پھرتی کہر کا لبادہ پہنے
تمہارے دل کی گہرائیوں میں مقیم ہے۔
ہاں تمہارا نجات دہندہ
تمہاری روح کے شبستان میں محوخواب ہے۔
اس کی چشم باطن جو کچھ عالم خواب میں دیکھتی ہے
تمہاری آنکھ بیداری کی حالت میں بھی نہیں دیکھتی
یہی ہماری زندگی کا راز ہے۔
کیا تم ان خوابیدہ لکیروں میں دوبارہ دانہ بکھیرنے کے لئے فصل فراہم نہ کرو گے۔
تم اپنے سنسان اور ژولیدہ مرغزاروں میں گرد و غبار کیوں پیدا کرتے ہو۔
جب تمہارا گلہ
تمہیں خود تلاش کر رہا ہے۔
اور تمہارے زیر سایہ فراہم ہونے کا متمنی ہے
یہ کج آرائیاں جانے دو۔
گلشن فطرت پر نظر ڈالو
اپنی محبت کے دودھ پر پرورش پانے والے بچوں کو دیکھو
زمین تمہارا گھر ہے
اور زمین ہی تمہارا تخت ہے۔
تمہارا ہاتھ انسان کی انتہائی توقعات سے بھی زیادہ
اس کے مقدر کا نگہبان ہے۔
کیا تم اس ہستی سے اپنا دامن چھڑاؤ گے
جو مسرت اور غم میں
تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کرتی ہے۔
کیا تم اس کی چشم سوال سے اپنا منہ پھیر لو گے۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

کیا کبھی کوئی صبح رات کو
اپنے سینے سے لگائے رکھتی ہے۔
یا سمندر میں ڈوبی ہوئی لاشوں کی کوئی پروا کرتا ہے۔
میرا دل بھی صبح کی طرح
میرے سینے میں آزاد اور بے روک ٹوک ابھرتا ہے
اور بے تاب سمندر کی طرح انسانیت
اور دنیا کی خس و خاشاک کو دور پھینک دیتا ہے۔
میں اب اس چیز کے ساتھ وابستہ نہیں رہوں گا۔
جو میرے ساتھ وابستہ ہے۔
بلکہ اس چیز کے ساتھ اٹھوں گا۔
جو میری دسترس سے باہر ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

بھائیو! میرے بھائیو
دیکھو
یہ دونوں ستارہ رخ روحیں خط افق پر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتی ہے۔
سکوت و حیرت میں ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں۔
مغنی کا گیت بند ہو چکا ہے۔
لیکن اس کا آفتاب سے سنولایا ہوا گلا ہنوز ارتعاش میں ہے لڑکی کے اعضائے بدن کا وجد آمیز رقص بند ہو چکا ہے۔
لیکن ہنوز اس پر نیند کی مستی غالب نہیں آئی۔

میرے ہم نفسو

میرے ہمراز ہم مشربو

رات کافی ہو چکی ہے۔

چاند پہلے سے زیادہ آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے اور مرغزار اور سمندر کے مابین

ایک آواز

ہم سب کو اپنی طرف والہانہ مسرت سے بلا رہی ہے

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

مہر عالم تاب کی روشنی میں جینا

اٹھنا اور چلنا

زندہ انسانوں کی شب ہائے دراز پر اسی طرح نظر رکھنا جس طرح شب زندہ دار ستارے ہماری نگرانی کرتے ہیں شاہانہ تجمل سے چاروں طرف گھومنے والی ہواؤں کی سمت رخ کرنا۔

نوع انسان کے آلام ومصائب کو اپنے حیات افروز نفس سے دور کرنا

خیمہ ساز اپنی کارگاہ کے پاس اندھیرے میں بیٹھا ہے۔

کوزہ گر چاک کو لگاتار چکر دے رہا ہے۔

لیکن ہم جو بے خواب اور خود آگاہ ہیں۔

فکر وقیاس اور نیرنگ حوادث کی گرفت سے آزاد ہیں۔

ہم نہ ٹھہرتے ہیں۔

نہ غور وفکر کے لئے توقف کرتے ہیں۔

ہمارے دل میں ذوق استفہام خلش پیدا نہیں کرتا۔

بس ہمارے لئے یہی ہے تسلی

یہ خواب وخیال کی بھول بھلیاں جانے دو

آؤ

ہم دریاؤں کی طرح پہاڑیوں کی پیچ در پیچ گھاٹیوں سے بچتے بچاتے سمندر کی طرف بہیں۔

اور جب اس کے قلب تک رسا ہو کر۔
اس کی گہرائیوں میں مدغم ہو جائیں۔
تو پھر ہم میں مستقبل کے متعلق کوئی بحث و تکرار نہ ہوگی

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

آہ! یہ اندیشہ فردا
یہ پیہم غور و فکر
یہ دن کو رات اور رات کو دن سے ملانے کی صبر آزما پابندی
یہ یاد اور بھول کا مد و جزر
یہ انسانی تقدیروں کی کاشت
یہ امیدوں کو کاٹنے کی لگا تار مشقت
یہ نفس کے گرد و غبار کو کہر میں ڈھالنے کا عمل
یہ آب و گل سے لگاؤ
یہ خواہشات کے بوجھ سے خاک میں گر کر پیش از پیش انہماک سے کہر کی تلاش
آہ یہ وقت کی رفتار کا متناہی شکار
کیا یہ ضروری ہے کہ میری روح ایک ایسا سمندر رہے۔
جس کی موجیں ہمیشہ آپس میں دست و گریباں رہتی ہیں۔
یا ایسا آسمان رہے
جس کی ہوائیں ہمیشہ طوفان برپا کرتی ہیں۔
اگر میں ایک مٹی کا پیکر یا اندھا پتھر ہوتا
تو میں یہ تمام باتیں آسانی سے برداشت کر سکتا

اگر میں الوہیت کا مظہر اتم ہوتا
جس کے نور سے
تمام زمین اور آسمان لبریز ہے
تو مجھے سکون خاطر حاصل ہوتا
لیکن میں اور تم
نہ خاکی نہاد انسان ہیں۔
اور نہ افلاکیوں کے تاجدار
ہم شفق کے وہ پریشان ملحات ہیں۔
جو خطوط افق کے مابین
شام وسحر ابھرتے
اور مٹتے رہتے ہیں۔
ہم صرف دیوتا ہیں۔
جنہوں نے کائنات کو اپنے ہاتھ میں تھام رکھا ہے، پر اس کے ساتھ وابستہ نہیں
ہم صرف قضاوقدر کے نقیب ہیں
روز وشب مشیت ایزدی کا نفیر بلند کرتے ہیں۔
جس کی صدائے بازگشت کسی اور کے گلے سے بلند ہوتی ہے اسی لئے میں موجودہ نظام کے
خلاف بغاوت کرتا ہوں۔
میں اپنے آپ کو قدرت کے لامحدود خلا میں محو کردوں گا۔
میں اپنے آپ کو تمہاری نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے مستور کردوں گا۔
اور اس خاموش نوجوان کی یاد میں گم ہو جاؤں
جو ہمارا چھوٹا بھائی ہے
اور جو ہمارے پاس بیٹھ کر سامنے کی وادی کو بے حد مسرت سے دیکھ رہا ہے۔
گو اس کے ہونٹوں سے جنبش کے آثار پیدا ہیں۔
پھر بھی وہ بالکل خاموش ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

میرے خودسر دوستو
میں پھر تمہاری طرف روئے سخن کرتا ہوں
مگر تم اپنے سوا اور کسی بات پر کان نہیں دھرتے
میں تمہیں دعوت دیتا ہوں
کہ تم میری اور اپنی شوکت کا نظارہ کرو
لیکن تم میری طرف سے منہ پھیر لیتے ہو۔
اور اپنی آنکھیں بند کر کے
اپنے سنگھاسن پر سے ہٹانے لگ جاتے ہو
اے پُر عظمت تاجدارو!
تم جو عالم بالا اور عالم سفلی پر حکمران ہو۔
اے خمیدہ قد دیوتا
جن کا دوش ان کے فردا کا رقیب ہے
اے زندگی سے بیزار ہستیو!
جو اپنے آتشیں نفس سے
اپنی قہرمانیت کا اظہار کرنا چاہتے ہو۔
اور کرہ ارض کو
اپنے قہر و غضب کی کوندتی ہوئی بجلیوں کے تازیانہ سے پیٹنا چاہتے ہو
تمہاری نزاع
ایک پارینہ رباب کی جھنکار ہے۔
جس کے تاروں کا نغمہ
اس کبریائی ہستی کی انگلیوں کو فراموش ہو چکا ہے۔
جس کا ربط بنات النش

اور بچھوے عقید ثریا ہیں۔
اب بھی تم بڑبڑا اور جھنجلا رہے ہو
اس کے رباب کے تار مرتعش ہیں
اس کے بچھوؤں کی چھنا چھن برابر سنائی دے رہی ہے
میں تم سے استدعا کرتا ہوں
کہ اس کا گیت سنو
دیکھو!
ایک مرد اور عورت
گویا ایک شعلہ دوسرے شعلے سے ملا ہوا ہے۔
دو نفس والہانہ محبت سے ناچ رہے ہیں۔
وہ اپنے رگ و ریشہ سے شفق گوں زمین کی چھاتی سے زندگی کا رس اخذ کرتے ہیں۔
آسمان پر آتشیں پھول اگاتے ہیں۔
ہم ہی ان کی شفق گوں چھاتی ہیں۔
ہم ہی ان کا پائیدار آسمان ہیں
ہماری روح اور نفس حیات
آج رات ایک آتش نفس مغنی کے گلے میں جاگزیں ہیں۔
ایک لڑکی کے برہنہ جسم کو تھرکتی ہوئی لہروں کی پوشاک پہنا رہے ہیں۔
تمہارا عصائے حکومت
ان کے مقصد پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا
تمہاری بیزاری محض ہوس نمود ہے۔
یہ اور باقی سب کچھ
آج رات
ایک مرد اور عورت کے طوفان محبت میں بہہ گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

ہاں اس مرد اور عورت کی محبت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے
دیکھو
پورب کی ہوا کس طرح لڑکی کے تھرکتے ہوئے پاؤں کے ساتھ ناچ رہی ہے۔
اور پچھم کی ہوا کس طرح نوجوان کے مترنم گیت کے ساتھ بلند ہو رہی ہے
دیکھو۔
ہمارا مقدس مقصد
اب ایک ناچتے ہوئے جسم کے سامنے
ایک گاتی ہوئی روح کے عجز و نیاز کی صورت میں مسند جاہ و جلال پر متمکن ہے۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

میں دنیا کی نمائش گاہ پر نظر نہیں ڈالوں گا
اور نہ بے سمجھ بچوں کے اس جان کاہ عذاب پر نظر ڈالوں گا۔
جسے تم محبت کہتے ہو۔
آخر یہ محبت
ایک گونگی جھانجھ کے سوا اور کیا ہے۔
جو انسان اور اس کی امیدوں کے طویل جلوس کو
ایک موہوم مسرت کا فریب دے کر آہستہ آہستہ گھلا کر مارنے والے خلفشار کی طرف لے جاتی ہے
میں اس وادی پر نظر نہیں ڈالوں گا۔
آخر مجھے کیا دکھائی دے گا۔
صرف بن کے اندر ایک مرد اور عورت

وہ بھی جو صرف اس لئے پیدا ہوا
کہ ان دونوں کو اپنے دام میں پھنسائے
اور
اپنے آپ سے غافل کر کے آغوش فردا کے لئے نئے نئے افراد پیدا کر لے

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

آہ!
یہ سوجھ بوجھ کی کاوش
یہ پوچھ گچھ کا تاریک نقاب
جو ہم نے دنیا کے چہرے پر ڈال رکھا ہے۔
انسانی صبر و برداشت کی یہ کڑی آزمائش
ہم پتھر کے نیچے موم کی ایک مورت بنا کر رکھ دیتے ہیں
اور یہ دعوٰی کرتے ہیں۔
کہ یہ مٹی سے بنی ہوئی ہے۔
اور مٹی ہی میں اپنی حیات مستعار ختم کر دے گی
ہم اپنے ہاتھ میں ایک براق شعلہ پکڑ کر
اپنے دل میں یہ کہتے ہیں۔
کہ یہ ہمارا جگر پارہ ہے۔
جو ہماری طرف واپس لوٹ رہا ہے۔
یہ ہماری ہی سانس کا ایک جزو ہے۔
جو ہم سے علیحدہ ہو چکا ہے۔
اب ہمارے ہاتھوں اور ہونٹوں سے زیادہ خوشبو حاصل کرنے کے لئے لپٹا ہوا ہے۔
اے ارضی دیوتاؤ

اے میرے ہم نشینو
یوں تو ہم پہاڑوں کی چوٹیوں پر براجمان ہیں
لیکن ہمارا دامن زمین کے ساتھ وابستہ ہے
جہاں ہم انسان کو اس کے مقدر کے سنہری لمحات کی تشکیل میں ملا رہے ہیں۔
کیا ہماری دانش و حکمت کا یہ کام ہے
کہ وہ اس کی آنکھوں سے جلوہ ہائے ناپید نہ کر دے۔
کیا ہماری تدابیر
اس کے آتشیں جذبات کو افسردہ کریں
اور اس کے مقاصد کو
ہم اپنے مقصد کی خاطر بے اثر کر دیں۔
جہاں محبت کا لشکر خیمہ زن ہے
وہاں ہماری دانش و خرد کے لشکر سے کیا بن پڑے گا
جو لوگ محبت کے ہاتھوں مسخر ہو جاتے ہیں۔
ان کے جسم و جان کو محبت کا رتھ سمندر سے لے کر دامن کہسار تک
اور دامن کے کہسار سے لے کر سمندر تک مسلتا چلا جاتا ہے
وہ اب بھی ایک ادائے شرمگیں سے آپس میں بغلگیر ہیں
وہ اپنے دل کی پتیوں کو
ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر
محبت کی مقدس خوشبو کو سونگھتے ہیں۔
اور روح کو روح سے ملا کر
زندگی کا امر رس چوستے ہیں۔
ان کی آنکھوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔
گویا وہ ہم دیوتاؤں کے حضور میں دعا کرنا چاہتے ہیں۔
محبت ایک رات ہے

جس نے اپنا دامن
ایک حریم مقدس پر پھیلا رکھا ہے
یہ ایک آسمان ہے
جو ایک مرغزار سے مشابہت رکھتا ہے۔
ستارے
کرمک شب تاب ہیں۔
اور اس پر چمکنے والے
یہ درست ہے
کہ ہم عالم جبروت کی بلند ترین پنہائیوں کے مکین ہیں
لیکن ہم محبت سے تعرض نہیں کر سکتے
کیونکہ محبت
ہمارے بیتوں سے زیادہ بلند پرواز ہے

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

تم دور دراز کے ایک کرہ فلکی کے تو متلاشی ہو۔
لیکن اس ستارے کی طرف ملتفت نہیں ہوتے
جس میں ہمارے وجود کے ریشے گڑے ہیں۔
فضا میں اس مقام کے سوا
جہاں ایک دل دوسرے دل کے ساتھ ملتا ہے۔
ثبات وقرار کا اور کوئی مقام نہیں
اور صرف حسن اس تقریب کا شاہد اور منتری ہے۔
لو دیکھو
اچھی طرح دیکھو

حسن ہمارے پاؤں میں کھیل رہا ہے۔
ہمارے ہاتھ حسن سے معمور ہیں۔
تاکہ وہ ہونٹوں کو شرمسار کریں
یہاں قریب اور بعید کا کوئی امتیاز نہیں
کیونکہ
جہاں حسن ہے
وہاں سب کچھ ہے۔
اے دوست!
جو بلند افکار و خیالات میں کھویا ہوا ہے۔
زمانے کے دھندلے کنارے سے
ہمارے پاس واپس آ
اپنے پاؤں سے نادیدہ مکان اور زمان کا بندھن کھول دے
اور ہمارے ساتھ اس تحفظ کے کاشانے میں زندگی سر کر
جسے تیرے ہاتھ نے
ہمارے ساتھ مل کر تعمیر کیا ہے۔
اپنے افکار و خیالات کا پیرہن اتار دے
اور ہمارے ساتھ جو اس بارونق
ہنستی، کھیلتی
دنیا کے مالک ہیں۔
شریک کار ہو۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

ابدی قربان گاہ

کیارات تجھے قربانی کے لئے
کسی دیوتا کی ضرورت ہے
اگر ہے تو
میں
پھر میں تیرے سامنے آتا ہوں۔۔۔۔اور
اپنے دو دو جنوں کو پیش کرتا ہوں
یہ ناچتی ہوئی لڑکی
ہمارے جوش قدیم کی تصویر ہے
مغنی بھی ہواؤں کو
ہمارا ہی گیت سناتا ہے۔
ہاں اس ناچ اور گیت سے
میرے سینے میں دیوتاؤں کی روح فنا ہو چکی ہے۔
میرے انسانی پہلو میں
میرا دل اس بلند دل کو پکارتا ہے۔
جو اوج فضا میں مستور ہے۔
وہ خاکداں سفلی
جس سے میں بیزار ہو چکا ہوں
مجھے عالم بالا کی طرف دعوت پرواز دیتا ہے۔
وہ حسن
جس کے ہم روز ازل سے متلاشی ہیں
ہمیں الوہیت کی طرف پکارتا ہے۔
میں نے یہ آواز سنی
اس کا جائزہ لیا
اور اسے تہ دل سے لبیک کہتا ہوں۔

حسن وہ راستہ ہے۔
جوانسان کو
اس کی خودی کی طرف لے جاتا ہے۔
جس میں انانیت کا کوئی شائبہ باقی نہیں
تم بربط کے تاروں پر مضراب لگاؤ
میں اس راستہ پر چلوں گا۔
جس کا سرا ہمیشہ
ایک اور صبح نمود کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تیسرا دیوتا

محبت کامران ہے۔
محبت کی روشنی اور رنگینی جھیل میں منعکس ہے
اس کی سطوت
برجوں اور شہ نشینوں پر جلوہ پیرا ہے۔
محبت
خواہ باغوں اور دور دراز اجنبی صحراؤں میں ہو۔
وہ ہم پر حکومت کرتی ہے۔
اور وہی ہماری مالک ہے۔
محبت
نہ تو قوی جسمانی اضمحلال ہے۔
نہ جذبات کی شکست وریخت ہے۔
جب کہ دانش وخرد اور جذبات میں کشمکش ہوتی ہے
محبت

انسانی جسم کا کثیف عنصر ہے
جو روح کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہے۔
محبت بغاوت نہیں کرتی
یہ ایک مقدس خیابان کی طرف لے جانے کے لئے تقدیر کے پامال راستوں کو ترک کرتی ہے۔
گاتی اور ناچتی ہوئی
اپنے رازِ پنہاں کو ابدیت کی منزل تک پہنچاتی ہے
محبت
ایک نوجوان ہے
جس کی بیڑیاں ٹوٹ چکی ہوں
یہ وہ مردانگی ہے
جو کدورت سے معرا ہے
نسائیت ہے
جو آگ سے شعلہ بداماں ہو کر
اس آسمانی نور کا فروغ پیدا کرتی ہے۔
جو آسمان کی دنیا میں فضائے بعید کا قہقہہ ہے
یہ ایک بے پناہ یورش ہے۔
جو انسانوں کو اپنے ہوش سے بیگانہ کر دیتی ہے۔
یہ زمین پر ایک نئی صبح کا فروغ کرتی ہے۔
یہ ایک ایسا آفتاب ہے
جس کی روشنی ہماری آنکھوں یا تمہاری آنکھوں تک نہیں پہنچتی
بلکہ شروع ہی سے اپنے فراخ سینے میں نمو پذیر ہے
بھائیو
ہاں میرے بھائیو

دلہن پورب کی طرف سے آ رہی ہے۔
اور دولہا پچھم کی طرف سے
وادی میں ایک شاندار بیاہ رچا ہے
یہ ایک ایسا مبارک دن ہے
جس کی شان وشوکت کا اندازہ لگانا مشکل ہے

تین ارضی دیوتا
زندگی کے پاسباں پہاڑوں پر جلوہ افروز ہوئے۔
دریا ان کے پاؤں میں کھیلنے لگے، کہران کے سینوں پر تیرنے لگی اور ان کے سر بڑی شان کے ساتھ اس جہاں میں بلند ہوئے پھر وہ گویا ہوئے اور ان کی آوازیں دور سے سنائی دینے والی گرج کی طرح وادیوں میں گونجنے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرا دیوتا

یہ بعینہ وہ سماں ہے
جب کہ صبح ازل میدانوں کے نشیب وفراز پر جلوہ گر ہوئی
اور آخری دم تک
دنیا کا یہی عالم رہے گا۔
یہ ہمارے تخیلات ہیں
جنہوں نے وادی میں جھومتی ہوئی ٹہنیاں پیدا کی ہیں۔
ہم ان خوشگوار نغموں کے پھول ہیں
جن کی نکہت آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے۔
زندگی اور موت
دو دریا ہیں۔

جو سمندر کی طرف موجزن ہیں۔
ایک آواز اور دوسری آواز کے مابین
ہمارے گوش سماعت کے سوا اور کوئی چیز حائل نہیں۔
امتداد زمانہ
ہماری سماعت تیز کر رہا ہے۔
اور اسے زیادہ ذکاوت عطا کرتا ہے۔
صرف انسانی شکوک ہیں
جو اس کی آواز کو ماند کرتے ہیں۔
لیکن ہم وسوسوں سے آزاد ہیں۔
انسان
ہمارے قلب صغیر کا فرزند ہے
وہ ایک ہستی ہے
جو آہستہ آہستہ دیوتاؤں کے اوصاف پیدا کر لیتی ہے۔
اور اس کی مسرتوں اور غموں کے وقفوں میں
ہم سوتے اور خواب دیکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

پہلا دیوتا

مغنی
نغمہ بند کر دے
رقاصہ
اپنے پاؤں کو جنبش نہ دے
تا کہ میرے دل کو تھوڑی دیر اطمینان حاصل ہو
اور میری روح کو سکون

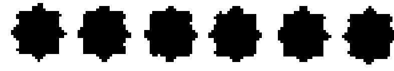
شاید میں نیند میں کھو جاؤں
اور خواب میں
ایک زیادہ روش دنیا کا نظارہ کروں
شاید میری نگاہوں پر ستاروں سے زیادہ نورانی ہستیاں نمایاں ہوں

☆☆☆☆☆☆

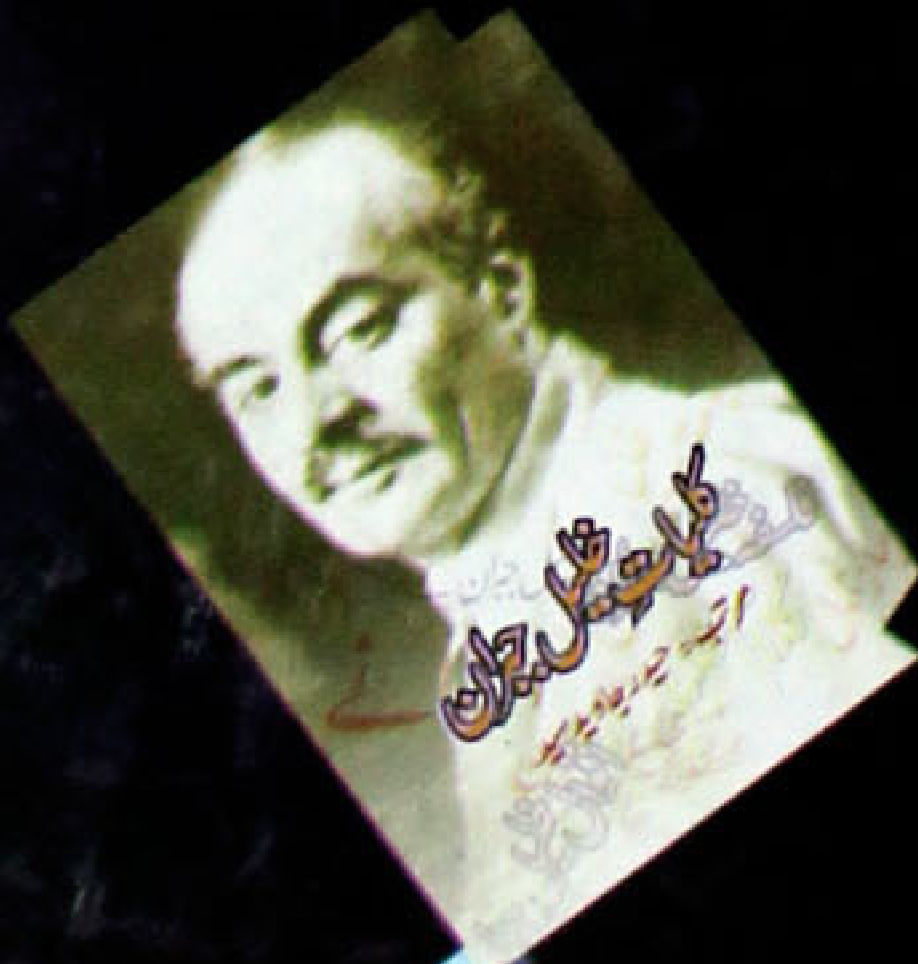
تیسرا دیوتا

اب میں اٹھوں گا
اور اپنے جسم سے زمان و مکان کے لبادے اتار دوں گا
میں اس اچھوتی زمین پر ناچوں گا۔
اور ناچتی ہوئی لڑکی کے پاؤں
میرے پاؤں کے ساتھ حرکت کریں گے
میں اس فضا میں گاؤں گا
ایک انسان کی آواز
میری آواز میں گونجے گی
اور ہم شفق کے دامن میں سو جائیں گے
بہت ممکن ہے۔
کہ ہم ایک نئی دنیا کی صبح میں بیدار ہوں
لیکن محبت
پھر بھی برقرار رہے گی
اور اس کا نقش
کسی طرح محو نہیں ہوگا
مقدس بھٹی جل رہی ہے
اور

چنگاریاں بلند ہو رہی ہیں
ہر چنگاری
ایک آفتاب ہے۔
ہمارے لئے بہتر
اور قریں دانش ہے
کہ ہم ایک سایہ دار کنج کی تلاش کریں
اور اپنی خاکی الوہیت میں میٹھی نیند سو جائیں
اور محبت
نازک اور پُر سوز محبت
فردا پر حکومت کرے گی۔



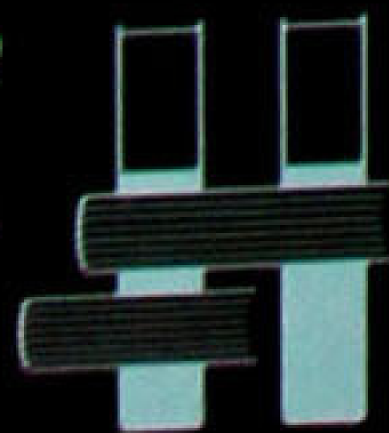









فکشن ہاؤس



18- مزنگ روڈ لاہور